

حسین پاک اور یزید پلید کے مسئلے پر علم و تحقیق کے اجالے میں

بے نقاب چہرے

کیا مذاق وقت ہے خوں خوار، ظالم، فتنہ گر
رہبر ملت، امیر کارواں بنتا گیا



از قلم
شاہ رکن الدین اصدق چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین پاک اور یزید پلید کے مسئلے پر تواریخ وسیر
کی روشنی میں باطل نظریات کا ایک تحقیقی جائزہ

بے نقاب چہرے

کیا مذاق وقت ہے خوں خوار، ظالم، فتنہ گر
رہبر ملت، امیر کارواں بنتا گیا

از قلم
سید شاہ رکن الدین اصدق چشتی

ناشر
الاصدق اکیڈمی
مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف، پکی تالاب، بہار شریف (نالندہ)

نام کتاب : بے نقاب چہرے
مؤلف : سید رکن الدین اصدق چشتی
طباعت سوم : ۲۰۱۴ء
تعداد : ۲۱۰۰ (اکیس سو)
تزئین : نظامی کمپیوٹر، نزد حبیب خان مسجد، محلّہ پکی تالاب، بہار شریف (نالندہ)
کمپوزنگ : سید غازی فردوسی
ناشر : الاصدق اکیڈمی، بہار شریف (نالندہ) Mob. 9308452742
صفحات : 110
قیمت : -/100 (سو روپے)

ملنے کے پتے :

سید شاہ رکن الدین اصدق چشتی

آستانہ چشتی چمن پیر بیگھہ شریف، پوسٹ رسیسہ ضلع نالندہ (بہار)

سید نور الدین اصدق مصباحی

الاصدق اکیڈمی، مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف، پکی تالاب، بہار شریف، نالندہ

سید سیف الدین اصدق فیض

ڈائرکٹر تحریک پیغام اسلام امام حسینی مسجد، ذاکر نگر جمشید پور

مکتبہ نعیمیہ، ۴۲۳ - مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ـ ٦

مولانا ضمیر الدین اصدقی

مدرسہ اصدقیہ مخدوم شعیب ـ محلّہ کریم باغ، اسٹیشن روڈ، شیخ پورہ (بہار)

انتساب

ابی وشیخی حضرت الحاج سید شاہ **بشیر الدین اصدق** غوثی قدس سرہٗ

کے نام

جن کی پدرانہ شفقتوں نے مجھے اس قلمی خدمت کے لائق بنایا

اور جن کی دعائیں آج بھی میرے راکب بدوش ہیں۔

جن کی آواز میں بلا کا درد و سوز تھا اور جن کا سینہ

حب اہل بیت سے لبریز تھا۔

جن کی آنکھیں، عشرۂ محرم میں ہمیشہ نمناک رہا کرتیں،

اور یہ اشعارِ غم ہر دم نوک زباں پہ ہوتے۔

خوں سے اٹا ہوا، جو بدن کا لباس تھا — حور و ملک کا دیکھ اسے دل اداس تھا

پر شاہ کربلا کو نہ مطلق ہراس تھا — جس دم گرے زمیں پہ تو کوئی نہ پاس تھا

خود مصطفٰے نے فرشِ زمیں سے اٹھالیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگالیا

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ کو بوقت چاشت آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

حضور سیدنا خواجہ شاہ قیام اصدق چشتی کی درگاہ چشتی چمن پیر بیگھہ شریف میں

اسی روز بعد نماز عصر مدفون ہوئے۔

غبار راہ

سید رکن الدین اصدق چشتی

۱۲ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

فہرست

دیباچہ

باب اوّل

باب دوم

☆☆☆

رحمۃ اللعلمین
صف ۳۴۷

از:- قاضی سلمان منصور پوری

امامین، شہیدین، حسنین علیہما السلام

اور

ان کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ہے

ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا، ان کے اسوۂ حسنہ پر

عمل کرنا عین محبت نبوی ہے.

اللھم ارزقنا حبک وحب من یحبک

وحب عمل یقربنا الیٰ حبک

ترجمہ:- اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما۔ اور جو تجھ سے محبت کرنے والے ہیں ان کی محبت عطا فرما۔ اور ایسے عمل سے محبت عطا فرما جو تیری محبت سے مجھے قریب کر دینے والے ہیں ——— (مرتب)

ابتلاءِ آلِ پیمبر

مولانا شاہ **ظہور الحق** ظہوؔر اصدقی علیہ الرحمہ

اللہ نے پیدا جو کیا رنج و بلا کو
تقسیم ہوا سب وہ محبانِ خدا کو

پر سب سے سوا حصّہ ملا آلِ عبا کو
تحریر کا فرمان ہوا کلکِ قضا کو

آغاز مصیبت تو لکھ نامِ نبی پر
اور خاتمہ بالخیر حسین ابن علی پر

☆

نوٹ: حضرت الحاج سید شاہ **بشیر الدین اصدقی غوثی** علیہ الرحمہ کی ڈائری سے نقل کیے گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش اوّلین

انفس و آفاق پر چھا جانے والی کروڑوں شخصیتیں پردہ شہود پر اُبھریں اور اپنی عظمت و شان دکھا کر عدم کی اوٹ میں چھپ گئیں۔ دنیا نے ان کا آنا یاد رکھا اور نہ کسی کو ان کا جانا یاد رہا۔ وقت کی افتاد نے ان کی بساط لپیٹ دی اور امتدادِ زمانہ نے ان کا نشان مٹا دیا۔

کچھ شخصیتیں ایسی بھی نظر آتی ہیں جنہیں تاریخ نے یاد رکھا ہے لیکن ذلت و حقارت کے انتہائی بھونڈے تصور کے ساتھ۔ نمرود کو مچھر کا ہلاک کر دینا، فرعون کا غرق نیل ہو جانا، قارون کا زمین میں دھنس جانا، شدّاد کا خود ساختہ جنت کی دہلیز پر دم توڑ دینا اور ابوجہل کا بدر کی وادی میں خردسال بچوں کے ہاتھوں قتل ہو جانا، بے شک دنیا کو اب تک یاد ہے۔ مگر وہ یاد اپنے ساتھ نفرتوں کا ایک طوفان ضرور لاتی ہے۔

ہاں! کچھ نام ایسے بھی ملتے ہیں کہ صدیاں گزریں مگر وہ اس طرح زندہ ہیں جیسے بالکل ابھی کل کی بات ہو۔ یہ وہ نام ہیں جن کے جلو میں ایثار و قربانی کی ہزار جلوہ سامانیاں نظر آتی ہیں اور انسانی زندگی کی قیمتوں کا رخ متعین کرتی ہیں۔ ان کی تابناک حیات اور غیر فانی زندگی کی دلیل یہی کیا کم ہے کہ ان کا

نام زمانے کے دست برد سے محفوظ رہا۔ان کا کردار حالات کے مدوجزر میں زندہ رہا اوران کے فکر عمل کی تحریر لوح جہاں پر قائم رہی ۔ ماحول کے تقاضے بدلے، تاریخ کی رفتار بدلی، رجحانات کے دھارے بدلے، افکار کی سرحدیں بدلیں لیکن ان کے معتقدات کے پیمانے جوتب تھے وہ اب بھی ہیں انہیں کوئی نہ بدل سکا۔

یزید ابن معاویہ کا نام پہلی لسٹ میں ملتا ہے اس کا تصور ذہن پر بوجھ بن جاتا ہے اس کی یاد نفرتوں میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے۔اس کے تذکرے تاریخ کے دامن کو داغ دار کرتے ہیں۔

حضرت حسین ابن علی کا نام دوسری فہرست میں روشن نظر آتا ہے ان کی وہ مبارک ذات تھی جس کی ایک ایک کروٹ ابتک دنیا کو یاد ہے اور جن کروٹوں سے اصلاح عمل کے ہزاروں چشمے پھوٹتے ہیں۔آپ کی حیات لازوال کا ایک ایک نقش آج بھی باقی ہے۔اور کیوں نہ ہو آپ قتیل راہ تمنا نہیں شہید راہ وفا تھے۔

زندگی کی دھڑکنیں جب تک آپ کے جسم سے جڑی رہیں شریعت محمدی کا نظام برپا کرتی رہیں اور جب شہادت کی خونیں لہروں میں ڈوب گئیں۔تو عزم واستقلال، ایثار وقربانی اور حق وصداقت کے ان مٹ نقوش چھوڑ گئیں۔

کروٹیں دینا کی اس کا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں اس کے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

،،خلافت معاویہ ویزید،، ان صداقتوں سے بالکل الگ نظریات کی حامل کتاب ہے ۔جن دنوں وہ کتاب عوامی خلجان کا باعث بنی ہوئی تھی۔ان ہی دنوں دیگر دیوبندی رسالوں کی طرح ہفت روزہ چٹان میں بھی اس پر تحسین

آمیز تبصرہ شائع ہوا تھا۔

عوامی احتجاج پر ہو۔ یا اپنے ضمیر کی آواز پر، بہر حال جو کچھ بھی ہو، اسرار بصری صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان لاہور نے اپنی عدم موجودگی کا عذر کر کے اس تبصرے سے اپنی برأت کا اعلان ان لفظوں میں کیا تھا۔

> ''اہل بیت کی محبت ایک ایسی متاع ہے کہ اس میں اضافہ ہو تو یقین پختہ ہوتا ہے اب یہ اپنی اپنی محبت کا سوال ہے۔ ہمارے نزدیک سانحہ کربلا کی ترتیب و تصحیح کے پردے میں یزید کا شعوری نہ سہی غیر شعوری دفا کرنا ایک خوفناک جسارت ہے۔''

(ہفت روزہ چٹان لاہور۔۲۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

گفتگو کتنی لطیف، سنجیدہ اور سچائی سمیٹے ہوئے ہے۔ مگر ماہنامہ تجلّی دیوبند کے ایڈیٹر صاحب اسے دیکھ کر کس طرح برسے ہیں۔ ذیل کی سطریں ہدیۂ ناظرین ہیں۔ آپ کا دل اگر نہ بھی چاہے تو ان کا تیور سمجھنے کے لئے دل پر جبر کر کے ایک بار ضرور پڑھ لیجئے۔

> ''ایک شخص مدتوں تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہو کہ یزید کے فسق و فجور اور ظلم و عدوان کی اکثر و بیشتر داستانیں من گڑھت ہیں اور حضرت حسین کے بارے میں بھی عامتہ الناس میں افراط و غلو نے جڑ پکڑ لی ہے تو اپنے حاصل کردہ نتیجہ کو تنقیدی استدلال کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھنا خوفناک جسارت کیوں ہے اور کون سے مفید و بار آور

جذبے کا زوال اس سے لازم آتا ہے۔،،

قلم کی یہی وہ سفاکی ہے جس نے مجھے زیرِ نظر کتاب کی ترتیب پر آمادہ کیا قلم اٹھاتے وقت باقاعدہ کسی کتاب کی ترتیب کا ارادہ نہ تھا۔ بلکہ جوابی نوعیت کا ایک تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کرنا تھا جو کسی بھی سنّی رسالے میں جگہ پالیتا مگر مضمون میں نوع بہ نوع گوشے نکلتے گئے اور گفتگو طویل ہوتی گئی۔ اب مجبوراً وہ کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

اپنی کم مائیگی کا مجھے اعتراف ہے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں میری نظر میں یہ ایک ضرورت تھی جسے میں نے بے سروسامانی میں پورا کرنے کی سعی کی ہے۔ المختصر جو کچھ ہے وہ اب آپ کے سامنے ہے۔

دامن کو لئے ہاتھ میں کہتا ہے یہ قاتل
کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

غبارِ راہ
سید الدین کرمانی عفی عنہ
از آستانۂ چشتیہ حسینیہ پیر سکھیہ شریف ضلع نالندہ

١٢ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

چراغ حقیقت

از :مولانامحمد قمر الزماں مصباحی

یہ سچ ہے کہ جب نظروں سے حق وصداقت کا نور چھن جاتا ہے تو آدمی ظلمت کو اجالا، گمراہی کو ہدایت اور ظلم کو انصاف کا نام دیتا ہے،اس کی کھلی مثال دیکھنی ہوتو،،خلافت معاویہ ویزید،، نامی رسوائے زمانہ کتاب پڑھئے۔جس کی سطرسطر سے مصنف کی شقادت ازلی، کج فکری اور تاریخ سے لاعلمی پورے طور پر ظاہر ہوتی ہے، جس طنطنے کے ساتھ اس نے یزید کی حقانیت کوثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس سے نہ صرف بزم تصنیف کی آبرو کو جراحت پہنچی ہے بلکہ چودہ سوسالہ تاریخ وسیر کا علمی ذخیرہ بھی مشکوک ہوکررہ گیا ہے،، بے نقاب چہرے،،تشکیک وریب کے اندھیروں سے نکلنے کے لئے ایک چراغ حقیقت ہے اسے پڑھئے اورایک پُرسوز داعی،مخلص رہنماء صاحب طرز ادیب کے زرنگارقلم کی تابش کو بار بار سلام کیجئے۔

’’خلاف معاویہ ویزید‘‘ کے مصنف اوراسکے رفقائے فکر کوکس طرح چورا ہے پرلاکرننگا کیاہے یہ ان لوگوں کے لئے تماشۂ عبرت ہےاور ہم سب کیلئے مقام مسرت۔

خطیب الاسلام پیرطریقت علامہ سید شاہ رکن الدین اصدق صاحب قبلہ مصباحی زید مجدہٗ فکرودانش کی اس عظیم شخصیت کا نام ہے،جنھوں نے صحافت وخطابت کو ایک نیارنگ اور پاکیزہ اسلوب عطا کیاہے۔انداز کا بانکپن،قلم کا تیوراور تحریر کی لذت و

چاشنی ایسی ہے کہ قاری پوری کتاب پڑھ لینے کے بعد بھی تشنگی کا احساس کرتا ہے۔لب و لہجہ اتنا شستہ اور شگفتہ ہے کہ ہر ہر سطر میں کوثر و تسنیم کی شیرینی گھول دی گئی ہو۔آپ ایک کہنہ مشق ادیب، ثریا شکوہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ مسند رشد و ہدایت کے روشن ضمیر پیر بھی ہیں۔مگر اسے اپنا پیشہ نہیں بنایا بلکہ اس سے ہٹ کر آپ نے اپنی ایک الگ راہ بنائی ہے اور وہ ہے قوم کی تعمیر و ترقی کے لئے اداروں کا قیام، فعال تنظیموں کا وجود اور علمی حلقوں میں جماعتی تشخص محفوظ رکھنے کے لئے جام شہود کا اجراء۔

دار العلوم اصدقیہ مخدوم شرف، بہار شریف نالندہ، نہ صرف یہ کہ انکی تنظیمی صلاحیت اور بالغ نظری کا نمائندہ ہے بلکہ نئی نسل کے مستقبل کو بزرگوں کے روشن ماضی کی حسین کڑیوں سے جوڑنے کا ان کے خوبصورت خواب کی ایک تعبیر بھی ہے آج اس علاقے میں ذکر رضا کا اجالا اور فکر رضا کی خوشبو اسی مرد قلندر کی سعی محمود کا نتیجہ ہے۔

یہ کتاب علماء اور عوام دونوں کیلئے یکساں مفید ہے ۔لہذا انھیں حضرات کے اصرار پیہم پر اس کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھئے اور اپنے ایمان وعقیدہ کے تحفظ کا سامان اکٹھا کیجئے۔

میں اس لائق نہیں کہ اس آفاقی شخصیت کے حوالے سے کچھ لکھ سکوں تاہم یہ ان کی قمر نوازی اور خردہ پروری ہے کہ یہ چند سطریں لکھنے کی سعادت میرے حصے میں آئی۔میں اپنی اس خوش بختی پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔

نیاز کیش

محمد قمر الزماں مصباحی

بانی مدرسہ رضائے مصطفیٰ محمد پور مبارک، مظفر پور

۵ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

تیسرا ایڈیشن

پاکستانی صحافی محمود احمد عباسی کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ کا بطلان زیرنظر کتاب ''بے نقاب چہرے'' کے باب اوّل میں کیا گیا ہے۔ یہ روئے زمین کا پہلا خارجی چہرہ نہیں ہے۔ اس کے بہت اوپر تک ایسے مکروہ چہرے آپ کو نظر آئیں گے۔ جنہوں نے عہد بعہد خارجیت کے ناقص نظریات کو نہایت گھنونے طریقے پر عوام میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اولیائے متقدمین کے صالح عقاید ونظریات سے ہٹ کر نئے اور باطل خیالات کی داغ بیل ڈالنے والا پہلا شخص ابن حزم ہے۔ اسی کی اساس پر اپنے گمراہ کن افکار کی دیوار اٹھانے والا تقی الدین ابن تیمیہ ہے۔ جسے علماء نے صحابہ پر اتہام تراشنے والا لکھا ہے۔ اس نے ابن حزم سے دو قدم آگے بڑھ کر اپنے خیالات کو عام کرنے میں سرگرمی دکھائی ہے۔

ابن تیمیہ کی کتابوں کو زندگی کا نصب العین بنا لینے والا دو شخص عام گمرہی کا سبب بنا۔ ان میں ایک عبداللہ ابن ابراہیم بن سیف تھا۔ یہ نجد کا رئیس تھا۔ ابن تیمیہ کا پیرو، اس کے نظریات کا معتقد اور پورے طور پر اس کے مشن کا علم بردار تھا۔ اور دوسرا شخص ہندی نژاد محمد حیات سندھی تھا۔ یہ بدبخت حضور کی شفاعت کبریٰ کا منکر اور اہل بیت اطہار کا دشمن تھا۔ ان ہی دونوں کی تربیت کے سانچے میں ڈھل کر سواد اعظم اہل سنت کی راہ

میں آتش فشاں بن کر کھڑا ہونے والا محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا۔ یہ اپنی جارحیت اور سخت کلامی میں ابن تیمیہ سے بھی بازی لے گیا اور اس اعتبار سے بھی سبقت لے گیا کہ ابن تیمیہ کے معتقدات کتابوں میں بند رہے۔ اور اس شاطر نے اپنے مشن کو تحریک کی شکل دی اور اپنے گرد ایک جماعت اکٹھا کر لی۔

شاہ سعود جو اس کے فکر و خیال کا آدمی نہیں تھا۔ اسے اپنا ہمنوا بنا کر سیاسی قوت بھی حاصل کر لی۔ اور عرب و عجم میں اپنا فتنہ عام کر دیا۔ ایک ہندوستانی جو علمی خانوادے کا فرد تھا اور خود بھی علم سے خالی نہ تھا، اس فتنے کا اسیر ہوا۔ اور وہ غیر منقسم ہندوستان میں عام شورش کا سامان بنا۔ اس کے بعد اسلاف بیزاری کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اب ہر ایک کے بعد کوئی نہ کوئی دوسرا چہرہ ضرور دکھائی دیتا ہے۔ جس کے ہاتھوں میں ایمان شکن تحریروں کا دفتر ہوتا ہے۔ اور ایسے حرماں نصیبوں کے مؤیدین سے بھی دنیا خالی نہیں ہے۔

پاک و بے نیاز رب تعالیٰ نے جب ہاتھ میں قلم دیا ہے تو اس کی روشنائی پاکان امت جن کی محبت مدار نجات ہے۔ اور ان کے دشمنوں کا مکروہ چہرہ بے نقاب کر کے ان کے فریب سے مسلمانوں کو دور رکھنا سلامتی دارین کا باعث ہے۔ اسی جذبہ کے تحت زیر نظر کتاب ''بے نقاب چہرے'' لکھی گئی تھی۔ جس کا پہلا ایڈیشن الحاج محمد اشرف فریدی سابق جنرل سکریٹری رہبر کمیٹی پٹنہ کے انتظام میں چھپا تھا۔ جس کی طلبی پاکستان تک سے آئی تھی۔ اور دوسرا ایڈیشن علماء کے تقاضے پر مولانا الحافظ سید سیف الدین اصدق چشتی کے اہتمام میں ممبئی سے شائع ہوا۔

اس وقت اسلام کا لیبل لگا کر ایک نیا فتنہ ذاکر نائک کا سامنے آیا ہے۔ جس نے رسول دشمنی اور آلِ رسول دشمنی کی مہم تیز کر دی ہے۔ اور اس کے جاری کردہ چینل کے ذریعہ ہماری نئی نسل بے دینی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور ان کا سینہ حب اہل بیت

سے خالی ہوتا دیکھا جارہا ہے۔ایسے پس منظر میں کتاب کی افادیت کافی بڑھ گئی ہے۔
لہذا یہ تیسرا ایڈیشن ،مولانا سید نورالدین اصدق مصباحی کی نگرانی میں الاصدق اکیڈمی،مدرسہ اصدقیہ بہار شریف سے شائع ہورہا ہے۔

کتاب کے پہلے باب میں بدنام زمانہ کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' کی ہفوات کا جواب آپ پڑھ آئے ہیں۔اوراس کی اختراعی باتوں کا ردّ وابطال ذہن نشین کر چکے ہیں۔اس دوسرے باب میں ایک پھوہر کتاب ''رشید ابن رشید'' سے زہرآلود اقتباسات لئے گئے ہیں۔جس پر دردانگیز تبصرہ نذر قارئین کیا جارہا ہے۔اس باب کی سطر سطر سے آپ یہ اندازہ کریں گے کہ محبان اہل بیت کی ایک جماعت موجود نہ ہوتی تو اب تک قیامت قائم ہوچکی ہوتی۔دل درد آشنا سے پوچھو وہ کہتا ہے ؎

کس طرح ہوا کند، تیرا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں، تجھ سے ستاروں کے جگر چاک

یزیدیوں کا جوزوران دنوں دیکھا جارہا ہے۔شاید گذشتہ کسی عہد میں نہیں دیکھا گیا ہوگا۔ذاکر نائک اس زمانے کا محمود عباسی ہے۔اوراس کا چینل بلاشبہ ''خلافت معاویہ ویزید'' نامی کتاب سے بڑا فتنہ ہے۔کتاب میں کیا کچھ ہے اس سے پڑھنے والے ہی آگاہ ہوتے ہیں۔پھراس کے لئے وقت اورعلم بھی درکار ہوتا ہے۔لیکن انٹرنیٹ اور نیوز چینل وہ بلا ہے۔جو گھر گھر جاری ہے۔اور ہر چوک وچوراہے پراس کا چرچا ہے۔اسی لئے عام گمرہی کا سامان بن رہا ہے۔اس کے لئے تعلیم اوروقت بھی مطلوب نہیں۔جدھر جایئے ادھر ہی ٹی وی کا بازار گرم ہے۔

آج سب سے بڑی کم نصیبی ہماری یہ ہے کہ ہمارے نو جوانوں میں دینی تربیت کا فقدان ہے۔نہ انہیں مذہبی تربیت دی جاتی ہے اورنہ ان کے اندر

عقائد کی پختگی پیدا کی جاتی ہے۔سر پرستوں کو بس دو سال کی عمر سے اسکول کی سوجھ جاتی ہے۔اور انگریزی تعلیم کے آخری زینے پر پہونچ کر ان کی منزل تمام ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ خانقاہ نشینوں کی ہی اولاد کیوں نہ ہوں۔فرق بس اسی قدر ہے کہ خانقاہ کے بچے، خانقاہی آداب و مراسم کے پابند ہونے کے سبب کسی غلط تحریک سے ذرا دیر میں مرعوب ہوتے ہیں۔ جبکہ عام نو جوانوں کا لاعلمی کے باعث غلط راستوں کی طرف جلد میلان ہو جاتا ہے۔

دوسری ہماری بڑی محرومی یہ ہے کہ اہل سنت کے دائرے میں پھرنے والے عام میلاد خواں اور بازاری مقررین حالات اور تقاضے سے بے خبر ہوتے ہیں۔اور تاریخی معلومات میں بالکل کورے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ذکر شہادت کے جلسوں میں پہونچنے کے بعد یا تو تعزیہ کو اکوسنا شروع کر دیتے ہیں۔ یا پھر اگرم بگرم واقعات بیان کرنے میں دلچسپی دکھاتے ہیں۔امام عالی مقام پر عاید کئے جانے والے الزمات کا ان کے پاس جواب نہیں ہوتا۔اور حضرت امام کی طرف سے اٹھائے جانے والے اجتہادی قدم پر وہ دلائل پیش نہیں کر سکتے۔

ایسی پھوہر تقریروں اور غیر نفع بخش جلسوں کا نتیجہ جگ ظاہر ہے۔ پڑھا لکھا طبقہ نہ اسے لائق اعتناء سمجھتا ہے۔اور نہ دماغ میں گرد کدورت بیٹھا لینے والے نو جوانوں کا ذہن صاف ہوتا ہے۔تعزیہ کے پیچھے ڈھول پیٹنے والے کل بھی ہمارے ساتھ تھے اور آج بھی ہیں۔اصلاً ہمیں جنہیں کنٹرول کرنا تھا اور جن کے فکر و اعتقاد کی کایا پلٹ کرنے کا فریضہ انجام دینا تھا۔اسی میدان میں ہم صفر دیکھے جارہے ہیں۔ پھر بھی غلط روی کا جادو ہمارے سر سے اترتا نظر نہیں آتا۔

ایسے بدلتے حالات میں زیر نظر کتاب ''بے نقاب چہرے'' کا تقاضا

دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور ناگزیر ضرورتوں کے تحت لوگوں کی طرف سے مطالبات مسلسل جاری ہیں۔ حسین پاک اور یزید پلید پر لکھی جانیوالی اس کتاب کی افادیت اور بھی اس لئے بڑھ گئی ہے کہ نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل چالیس صفحات کا ''باب دوم'' کے نام سے اس تیسرے ایڈیشن میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ میری دیرینہ خواہش تھی کہ وقت کا مطالبہ پورا کرنے والی اس مفید عام کتاب میں کچھ اہم معلومات کا اضافہ کردوں۔ چنانچہ اس تیسرے ایڈیشن میں اس کی صورت بن آئی ہے۔ انشاء اللہ محرم کے چاند کے ساتھ ساتھ، ایک قیمتی دستاویز کی شکل میں یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

خدا اگر توفیق دے تو اس کتاب کو پڑھیئے اور دوسروں کو پڑھوایئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عاشقانِ امام حسین کو وسعت دی ہے تو خارجیوں کا زور توڑنے اور امت مسلمہ کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے اس کتاب کو اپنی طرف سے حسب لیاقت مفت تقسیم کرایئے۔ امور خیر میں سے یہ بھی ایک اہم کار خیر ہوگا۔ اور انشاء اللہ ہرگز آپ اس کے اجر سے خالی ہاتھ نہیں رہیں گے۔ سرکار رحمت پناہ فرماتے ہیں۔ **مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهُ** ' 'حسنین کریمین کی محبت اصلاً میری محبت ہے۔ اور میری محبت بالیقین خدا کی محبت ہے۔

جس کی نظر اسیر زماں و مکاں نہیں
دنیا میں اس حسین کا جلوہ کہاں نہیں

عبد ربہ
ابو الکرامات ...
... ضلع ...
یکم ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۵ھ

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

باب اوّل

بے نقاب چہرے

محمود عبّاسی مصنف

خلافت معاویہ ویزید

کی

بکواس کا مسکت جواب

ھو الاصدق

ماہنامہ تجلی دیو بند شمارہ ستمبر ۱۹۵۹ء اس وقت میرے پیش نظر ہے اس میں ٹائٹل پیج کے بعد دوسرے ورق پر موٹی سرخی ہے وہ یہ ہے۔

''خلافت معاویہ ویزید''

اس سرخی کے ذیل میں جو تعریفی کلمات لکھے گئے ہیں۔ وہ اس طرح ہیں۔

''اس چونکا دینے والی کتاب کی مانگ جس قدر ہے، افسوس ہم اسے پورا نہیں کر سکے۔ کیونکہ یہ بروقت مطلوبہ تعداد میں فراہم نہ ہو سکی لیکن مایوس نہ ہویئے۔ اللہ کے فضل سے یقین ہے کہ جلد کافی مقدار میں مہیا ہو جائے گی۔ کوشش کی جارہی ہے خیال ہے کہ اس ماہ کے آخر تک یہ کوشش بار آور ہوگی۔

یہ کتاب اب تک جہاں بھی گئی ہے بڑی دلچسپی، حیرت اور شوق سے پڑھی گئی ہے۔''

یہ وہی بدنام زمانہ کتاب ہے جس میں ڈیڑھ ہزار سال کی طویل مدت میں لکھی جانے والی تمام مستند تواریخ کو فرضی، بے بنیاد اور من گھڑت قرار دے کر

یزید بن معاویہ کو حاکم عادل اور خلیفہ برحق بتایا گیا ہے۔ اور سرکار حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کے فضائل و مناقب کی تمام روایتوں کو ضعیف، وضعی اور نامعتبر قرار دے کر معاذ اللہ حضرت امام کو طالب سلطنت خلیفہ عادل کے خلاف خروج کرنے والا اور باغی ٹھہرایا گیا ہے۔

ظاہر ہے جمہور اہل اسلام کے عقائد و مسلک سے یکسر تصادم برپا کر دینے والی کتاب کو چونکا دینے والی کتاب کہنا ہی چاہئے۔ اور ایسی عاقبت برباد کر دینے والی کتاب بلاشبہ حیرت سے ہی پڑھی جانی چاہیے۔

کچھ سمجھا آپ نے! یہ کتاب قاری کو چونکا دینے کا سبب کیوں بنی؟ اور مسلمان اسے پڑھ کر حیرت کا شکار کیوں ہو جاتا ہے ——— اصل میں یہ کتاب مفروضات کا مجموعہ ہے ہر صفحے پر ان کہی کہہ کر اپنی بات زبردستی منوانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگایئے کہ تمام مبصرین، مورخین اور سوانح نگاروں کے وہ سارے دفاتر جو ڈیڑھ ہزار سال کی بہترین کاوشوں کا نتیجہ اور تحقیقات وریسرچ کا عظیم سرمایہ ہیں انہیں بے اصل اور بے حقیقت بتا کر واقعات کربلا کو بالکل نئی شکل دینے کی سعی کی گئی ہے۔ علماء و محققین کی وہ تمام روشن تحقیقات جن پر متقدمین و متاخرین نے اعتماد کیا ہے محض بیجا عقیدت کا حاصل قرار دے کر حادثات نینوا کی الٹی تصویر سامنے لائی گئی ہے۔

یزید بن معاویہ کو تقویٰ شعار، عبیداللہ بن زیاد کو خداترس اور عمرو بن سعد کو معذور ثابت کرنا۔ یقیناً دین و دیانت کا ایسا خون ہے کہ مرد مومن کا چونک پڑنا ناگزیر ہے ——— اب رہی یہ بات کہ کچھ لوگوں نے اس کتاب میں

دلچسپی بھی لی، تو یہ بات کسی پریشانی کا باعث نہیں ہے۔ آخر کچھ تو یزیدی تار و پود کو بھی ہونا ہی چاہئے اسلئے کہ ——— **تعرف الاشیاء باضدادھا** ''ان کا وجود بھی حسینی علم برداروں کے امتیاز کیلئے ضروری ہے۔

چاند دیکھے جانے پر اتنے مسلمان کا متفق اور ہم آواز ہو جانا کہ جھوٹ پر ان کا متحد ہونا ممکن نہ ہو تو یہ خبر مستفیض ہے ——— مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ اس سے چاند کا شرعی ثبوت ہو جائے گا اور اب شہادت کی احتیاج باقی نہ رہے گی۔

علاوہ ازیں عہد رسالت کا یہ واقعہ بھی زبان خلق کی قیمت ظاہر کرتا ہے کہ ایک بار خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ میں جلوہ افروز تھے۔ سامنے سے ایک جنازہ گذرا لوگوں نے اس کے نقائص کا ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سن کر فرمایا'' **وجبت** ''یعنی واجب ہوگئی کچھ ہی دیر بعد دوسرا جنازہ گذرا صحابہ نے اسے دیکھ کر اس کے محاسن بیان کئے حضور نے فرمایا۔ ''**وجبت**''۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم غلاموں کو اس ارشاد کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکا۔ سرکار نے فرمایا'' **انتم شھداء الله علیٰ الناس** '' تمہاری حیثیت گواہ کی ہے ——— جس کی خوبیاں تم نے بیان کیں اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی خامیاں تم نے ذکر کیں اس پر جہنم واجب کر دی گئی۔

یہ بالکل طے ہے کہ کسی نیکوکار کے بدگو کچھ ہی ہوتے ہیں۔ سب نہیں اور کسی عیار سے متعلق خوش فہمی کے اسیر چند ہی ہوتے ہیں کل نہیں۔ اگر کسی کی نیکی یا بدی پر متقدمین و متاخرین سب یک زبان نظر آئیں تو لا کلام اصلیت ہی اس کی محرک ہو سکتی ہے۔ غلو عقیدت یا بدگمانی ہرگز نہیں ——— اسی کو کسی حقیقت نگار نے کہا ہے ؎

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

یزید کی روسیاہی، ابن زیاد کی سیاہ کاری، عمر و بن سعد کی عاقبت بربادی، شمر و خولی کی خانہ خرابی اور اہل کوفہ کی روح فرسا بے حمیتی پر ہمیشہ سے ساری امت متفق رہی ہے ان کے دامن اسلام کو داغدار کر دینے والے ارتکاب گناہ پر علماء ہوں یا صالحین۔ فقہا ہوں یا محدثین، خطباء ہوں یا مورخین سب کے سب یک زبان نظر آتے ہیں۔

نجد و سہارنپور کے کسی روباہ صفت نے چودہ سو سال بعد ایک جانی پہچانی حقیقت کے خلاف اگر ڈگڈگی پیٹی ہے تو اس کی بھونڈی آواز میں حقائق گم نہیں ہو سکتے اور حقیقت پسند رجحانات کے دھارے موڑ دینے کا خواب کبھی پورا نہیں ہوسکتا بلکہ ان کا یہ خیال ہمیشہ خواب ہی رہے گا۔

یزید کی رسوائی کا اعتراف تو بڑے بڑے جارح اہل قلم نے بھی کیا ہے، یزید کی طرف سے دفاع میں اپنے قلم کا سارا زور خرچ کر دینے کے بعد عامر عثمانی صاحب اپنی ناکامی کا ماتم اس طرح کرتے ہیں۔

> ''یزید بیچارہ پروپگنڈہ کی صلیب پر ایسا چڑھا کہ شیطان کا مترادف ہو کر رہ گیا اب ظاہر ہے کہ اس کی طرف سے دفاع کو شیطان کی طرف سے دفاع سمجھا جا رہا ہے۔''

بیچارے نے اپنا اور اپنے ممدوح کا مقام خود ہی بڑی سچائی سے متعین کر دیا ہے۔ لہذا اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہی۔

۱۹۶۳ء میں جب کہ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا۔ پہلی بار یہ کتاب میرے ہاتھوں میں آئی تھی اور میں نے تنقیدی نظر سے اس کا بالاستیعاب

مطالعہ کیا تھا۔اس کتاب میں ایک خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے حوالوں کا انبار لگا کر قاری کے ذہن پر دھونس بیٹھانے کی پوری کوشش کی ہے اور جہاں حوالے کام نہ آسکے وہاں قیاس آرائی کا سہارا لیا گیا ہے۔اسی زمانے میں مادر علمی کے عظیم کتب خانے کی مدد سے میں نے کتاب کے حوالوں کا سروے کیا تھا۔

یہ انکشاف آپ کے لئے حیرت کا باعث ہوگا کہ حوالہ نقل کرنے میں نہ صرف یہ کہ سیاق وسباق کی رعایت نہیں کی گئی ہے بلکہ اپنا مدعا زبردستی منوانے کے لئے حوالوں میں کتر بیونت کی خیانت بھی کی گئی ہے اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ اس میں ایسے حوالے بھی موجود ہیں سرے سے جن کتابوں کا وجود ہی نہیں ہے ——— اس وقت جونسخہ میرے پاس تھا اس کے حاشیہ پر میں نے ہر ہر حوالے کا آپریشن کیا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ نسخہ محفوظ نہیں رہا ——— اگر وہ نسخہ ضائع نہ ہوتا تو آج کتاب اس سے مفید صورت میں ہدیۂ ناظرین کی جاسکتی تھی۔

تمام مورخین اسلام کی قدیم وجدید تحقیقات سے ہٹ کر قیاس آرائی کی خطرناک جسارت کی اگر کوئی مثال مطلوب ہوتو ذیل کی یہ عبارت بادیدۂ نم پڑھ لیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ کتاب کا بھرم معلوم کرنے میں آپ کو ذرا بھی دیر نہ لگے گی۔

> ’’مکہ سے کوفہ تک کل تیس منزلیں ہیں ایک منزل ایک یوم میں طے کی جاتی ہے اس طرح مکہ سے کربلا پہنچے کے لئے ایک مہینہ کی مدت درکار ہوگی۔اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں آمد دوسری یا تیسری محرم کو تسلیم کر لی جائے جیسا کہ تمام تاریخ نویسوں کا بیان ہے تو یہ لازم آئے گا کہ مکہ

سے امام حسین جیسے عابد و زاہد مشتاق حج و زیارت صحابی پر
بہت بڑا الزام عائد ہوگا کہ جس وقت ساری دنیا کے مسلمان
سمٹ کر مکہ میں جمع ہو رہے تھے۔ امام حسین نے حج کرنے کا
انتظار بھی نہیں کیا اور کوفہ کی طرف کوچ کر گئے۔

اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ امام حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ضرور ضرور ۹؍ ذی الحجہ کو حج کر کے ہی روانہ ہوئے
ہوں اس حساب سے ۱۰؍ ذی الحجہ کو مکہ سے آپ روانہ ہوئے
اور ۱۰؍ محرم کو کربلا میں پہنچے اور دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بے خیالی
میں یہ حادثہ ہو گیا۔ جس کی ذمہ داری کسی پر نہیں ڈالی جا سکتی۔''

قیاس کی یہ دیوارِ ریت دیکھ لی آپ نے ——— ایک طرف چودہ سو سالہ اسلامی تواریخ کے منہ بولتے حقائق ہیں اور دوسری طرف خاندان اہلبیت کی مظلومیت کو افسانہ ثابت کرنے اور قاتلین کربلا کے دامن سے داغ کو دھونے کے لئے ظن و تخمین کی پناہ گاہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ظالم یزید کو خلیفہ عادل اور امام مظلوم کو باغی مقتول قرار دینے والا شاتم، کوفیوں کے مظالم پر پردہ ڈالنے کے لئے کتنی دلیری سے سرکار حسین رضی اللہ عنہ کی حرمت کی آڑ لے رہا ہے۔ ذرا ان جملوں کو پھر پڑھئے ۔

''اس صورت میں امام حسین جیسے عابد و زاہد مشتاق حج
و زیارت صحابی پر بہت بڑا الزام عائد ہوگا کہ جس وقت ساری
دنیا کے مسلمان سمٹ کر مکہ میں جمع ہو رہے تھے۔ امام حسین نے
حج کرنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور کوفہ کی طرف کوچ کر گئے۔''

کیا بات سمجھ میں آئی ——— یہی نا کہ امام گردوں جناب کو ترک حج کے الزام سے بچانے کیلئے بغیر کسی دستاویزی ثبوت کے مان لیا جائے کہ قافلہ اہل بیت ۱۰؍ ذی الحجہ کو مکہ شریف سے روانہ ہوا اور دس ہی محرم کو کربلا پہنچا ——— جی نہیں مدعا سمجھنے میں دھوکا کھا گئے آپ۔

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ۲؍محرم کو حضرت امام کا کربلا پہنچ کر پیغامات ورسائل کے ذریعہ اتمام حجت فرمانا اور متعدد مقامات پر ایمان افروز خطبات کی راہ سے اصلاح و ہدایت کی سلسلہ جنبانی کرنا مورخین کے مفروضات ہیں۔ اور ۷؍محرم سے خاندان نبوت پر فرات کا پانی بند کرنے کی لرزہ خیز داستاں بالکل فرضی ہے۔

سواد اعظم اہل سنت کے نزدیک حضرت امام مسلم کی شہادت کے روز ۳؍ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کو حضرت امام عالی مقام کی مکہ سے کوفہ کے لئے روانگی تاریخی شواہد کی روشنی میں مسلم ہے ——— ہاں جن حرماں نصیبوں کے نزدیک امام مظلوم کا یہ سفر سلطان عادل کے خلاف خروج قرار پاتا ہے۔ ان کے یہاں آپ پر ترک حج کا جرم عائد ہوسکتا ہے۔

لیکن جمہور اہل اسلام آپ کے سفر کوفہ کو وقت کا سب سے بڑا داعیہ قرار دیتے ہیں اور لاریب! سلطان جابر کے خلاف اعلان حق کا جذبہ صادق ہی اس اقدام کا محرک تھا ——— اس لئے ایسے مبارک و مسعود سفر پر سیکڑوں حج نفل قربان کئے جاسکتے ہیں۔

پیراگراف کی آخری سطر شاید آپ کے حافظے میں نہ رہ سکی ہو ورنہ اب تک آپ کی آنکھوں سے خون ٹپک چکا ہوتا ——— سینے پر پتھر رکھ کر ذرا ان جملوں کو ایک بار اور پڑھ لیجئے۔

''دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بے خیالی میں یہ حادثہ ہو
گیا۔جس کی ذمہ داری کسی پرنہیں ڈالی جاسکتی۔''

اندازہ کیا آپ نے! خارجیت کی روح فرسا بدبوکتنی دور تک پہنچ رہی ہےقتل تو ہوامگر قاتل کوئی بھی نہیں ہے —— جرم تو اتنا شدید کہ ڈیڑھ ہزار سال میں ہرصدی کراہتی رہی ہے مگر انگلی رکھ کر مجرم کو بتانا بجائے خود ایک جرم ہے۔

''دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بے خیالی''

یہ دونوں جملے کس قدر بھونڈے ہیں بتانے کی ضرورت نہیں ——بالکل ایسا لگتا ہے کہ خاندان نبوت کا بغض جو پیٹ میں مروڑ پیدا کر رہا تھا۔ اس نے قلم کو ہیضہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ —— قربانی کے چند بکرے اگر اکٹھے ہوں تو دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بے خیالی میں ان کا ذبح ہو جانا قطعاً ممکن نہیں ہےتو پھر فاطمی فلک کے ماہ ونجوم اور علوی کچھار کے شیر جن کی تعداد بہتّر کے قریب تھی ان کا اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بے خیالی میں شہید ہو جانا، دنیا کیوں کر باور کرسکتی ہے۔

ان میں سے ہر ایک کسی مزاحمت کے بغیر اگر اپنی خاموش گردن دار پر رکھ دیتا تو بھی بے خیالی کا عذر نہیں کیا جاسکتا تھا چہ جائے کہ انہوں نے ہاشمی شجاعت کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ دنیا آج تک حیران ہے۔

اسلامی حقوق:—— بے خیالی کا مضحکہ خیز عذر، کتنا کھوکھلا ہے اسے اچھی طرح سمجھنے کے لئے اسلام کے سماجی اصول کے یہ اولین دفعات پہلے ذہن میں رکھئے —— جوحق العبد کے تحت ہر مسلمان کا لازمی حق ہے۔

(الف) ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان کوسلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دے۔
(ب) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جب دعوت دے تو وہ اس کی دعوت قبول کرے۔
(ج) ایک مسلمان جب بیمار پڑے تو دوسرے مسلمان اس کی عیادت کو جائیں۔
(د) ایک مسلمان اگر وفات پائے تو دوسرے مسلمان اس کے جنازے میں شرکت کریں۔

بالکل بے خیالی...... کی راگ الاپنے والوں سے میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا تاریخ کی یہ شہادت موجود نہیں ہے کہ عاشورہ کی دوسری صبح یعنی ۱۱رمحرم الحرام سنہ ۶۱ ء کو عمرو بن سعد نے اپنے مقتولین کی نعشیں جن کی تعداد چار سو کے قریب تھیں اکھٹی کرائیں اور ان پر نمازیں پڑھ کر دفن کرادیں۔ مگر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کی نعشیں تین دنوں تک بے گور و کفن پڑی رہیں تاریخ کی اس شہادت کا انکار اگر ممکن نہیں تو ہمیں بتایا جائے کہ عمرو بن سعد اور ان کے فوجیوں کے نزدیک کیا وہ مسلمان بھی نہیں تھے؟

یزید کے پرستاروں نے تو ''بے خیالی'' کے چلمن کی اوٹ میں بیٹھ کر بہت دور کا نشانہ باندھا تھا مگر اس سوال کا جواب ان پر ہمیشہ قرض رہے گا۔
کہ ——— اگر بالفرض بے خیالی ہی میں حادثہ ہو گیا تھا تو امام گردوں جناب اور ان کے رفقاء واحباب اسلام کے اس سماجی حق سے کیونکر محروم رکھے گئے۔

اگر ''بے خیالی'' کا اس سے بھی زیادہ شرمناک تماشہ دیکھنا چاہتے ہوں تو تاریخ طبری دوسری جلد کے اوراق الٹیے اور چشم خون ناب سے بربریت کے ننگے ناچ کی یہ تفصیل پڑھیے۔

عبید اللہ ابن زیاد بدنہاد کی ہدایت کے مطابق عمرو بن سعد نافرجام نے

یہ اعلان کیا ——— حسین اوران کے رفقاء کی نعشوں کو پامال کر کے دربار یزید سے خصوصی انعام حاصل کرنے کو کون تیار ہے تاریخ طبری کی صراحت کے مطابق دس بدترین خلق اس جسارت پر آمادہ ہوئے ——— جن کے سربراہ اسحٰق بن حبوہ اوراخنس بن مرشد تھے ——— معاذ اللہ! یہ تاریخ اموی کا اتنا بڑا داغ ہے جو کبھی مٹائے نہ مٹ سکے گا۔

عہد جاہلیت میں ایسی انسانیت سوز حرکتوں کی صدہا مثالیں ملیں گی مگر اسلام کے مقدس ادوار میں یہ بہیمانہ سلوک کہیں نظر نہیں آتا جنگ احد میں عم رسول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے ——— تو ان کا شکم چاک کرڈالا گیا، یزید کی دادی ہندہ نے آپ کا کلیجہ نکال کر چبایا، ناک، کان کاٹ ڈالے گئے اورآپ کی صورت بگاڑ دی گئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جاں نثار چچا کواس حال میں دیکھا تو مضطرب ہو گئے اور قہرآلود لہجے میں کہا ——— خدا کی قسم اگر قریش پر اللہ نے مجھے غلبہ عطا فرمایا تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے عوض تیس کافروں کا ایسا ہی مثلہ کر دونگا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی'' **وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير اللصابرين** ''یعنی جتنی تکلیف تمہیں پہنچائی گئی ہے اس قدر بدلہ لے سکتے ہو اور اگر صبر کرو تو یہ تم صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اس کے بعد نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ترک فرمایا بلکہ مثلہ کی بالکل ہی ممانعت فرمادی۔

یہاں تک کہ جب بھی کسی محاذ پر فوج روانہ کرتے تو سالار لشکر کو جو ہدایتیں دی جاتی اس میں مثلہ کی ممانعت ضرور ہوتی تھی۔

ابوداؤد نے اسلام کی پاکیزہ جنگی اصول کی وضاحت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔''**لا تقتلوا شیخافانیاً ولا طفلا ولا صغیرا ولا امراۃ**'بوڑھوں، بچوں، لڑکوں اور عورتوں کو ہرگز قتل نہ کرنا— اسی حکم کا احترام تھا کہ احد کی جنگ میں یزید کی دادی ''ہندہ جگر خوارہ'' ابودوجانہ کی تلوار کے نیچے سے بچ کر نکل گئی۔

ہاں! ان احکام کے مقتل کی آپ کو تلاش ہے تو کربلا پہنچ جایئے۔ یہاں حبیب ابن مظاہر جیسے بوڑھے بھی قتل کئے گئے علی اصغر جیسا شیر خوار بھی ذبح کر ڈالا گیا۔ حضرت ام وہب جیسی خاتون بھی شہید کر ڈالی گئیں اور عبداللہ بن حسن جیسا نوخیز بھی نشانۂ ستم بنا دیا گیا ——— اور پھر راہ حق کے ان مسافروں کے ساتھ وہ سب کچھ ہوا جس پر آج تک دنیا خون کے آنسو بہا رہی ہے۔

ایوبی کا اسلامی کردار

آٹھ سو سال پیچھے پلٹ کر ایک مہیب جنگ کا ذرا چشم تصور سے تماشا دیکھئے ——— شاید یہ نظارہ کربلا کے فاتحین کا کردار سمجھنے میں مددگار ثابت ہو۔

سلطان نور الدین زنگی ایک سچا اسلام دوست مرد مومن تھا۔ اس کی مجاہدانہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام ہی کے لئے وقف تھا ——— اس مرد غازی کی اچانک موت نے سلطنت اسلامیہ کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ خود اس کا نوعمر بیٹا ''الملک الصالح''، دمشق میں صلیبیوں کا آلہ کار بن گیا۔

سیف الدین غازی، والئ موصل، گمشتگین، حاکم حرن اور مظفر الدین سردار حلب اپنی اپنی خودمختاری اور بادشاہت کا خواب دیکھنے لگے۔ عیسائیوں نے وقت کی اس نزاکت سے فائدہ اٹھایا اور انہیں مالی امداد پہنچا کر اسلام کے عظیم مردِ آہن سلطان صلاح الدین ایوبی کے مقابل کھڑا کیا۔

ان میں سے کوئی بھی اسلام کے اس عظیم فاتح سے تنہا نبرد آزما ہونے کی اپنے اندر طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے سبھوں نے ملکر ایک متحدہ محاذ بنایا۔ حلب، موصل اور حرن کی فوجیں اکٹھا ہوئیں حملہ کی ساری کارروائی راز میں رکھ کر یہ متحدہ افواج سیف الدین غازی کی سرکردگی میں روانہ کی گئیں۔ ترکمان کے مقام پر سلطان ایوبی کی جانباز فوج سے اپریل ۱۱۸۶ء میں ان کا سامنا ہوا۔ ایک خدا، ایک رسول، اور ایک قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے درمیان نہایت خوں ریز جنگ ہوئی۔ نتیجۂ جنگ سلطان ایوبی کے ہاتھ رہا اور اپنی غرض کی خاطر اسلام کو زک پہنچانے والوں کو ہزیمت ہوئی۔

دونوں طرف کی تمام نعشیں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اٹھوائیں ان پر نمازیں پڑھیں اور گنج شہیداں کی صورت میں انہیں دفن کر دیا — دوسری دن ہزاروں قبروں کے درمیان سلطان صلاح الدین ایوبی فاتحہ پڑھنے کھڑا تھا اور اس کی آنکھیں ساون کی جھڑی کی طرح برس رہی تھیں۔

پہلو میں فوجی امام بھی کھڑے مصروف دعاء تھے۔ دعاء سے فارغ ہو کر انہوں نے کہا —— عالی جاہ! یہ صحیح ہے کہ وہ بھی مسلمان تھے جنہوں نے ہمارے خلاف جنگ کی مگر میں انہیں فاتحہ کے قابل نہیں سمجھتا وہ ہمارے شہیدوں کے ساتھ دفن ہونے کے مستحق نہیں تھے۔

اس جملے سے سلطان کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اس نے غمناک آنکھوں سے امام کی طرف دیکھ کر کہا۔ جی ہاں! جو ہمارے خلاف لڑے میں انہیں بھی شہید سمجھتا ہوں وہ اپنے امیروں کی فریب کاری کے شہید ہیں۔ ہم نے اپنے جاں نثاروں کو سچا پیغام دیا تھا اور ان کے سرداروں نے انہیں جھوٹے نعرے میں پھنسایا تھا۔

سبحان اللہ! ایوبی کردار سے یزیدی کردار کا موازنہ تو کیجئے ——— کیا باغیوں کی حمایت میں لڑنے والے سپاہیوں سے بھی مردان اہل بیت کا رتبہ کم تھا؟ ——— اور وہ اس برتاؤ کے حقدار بھی نہ تھے جو غازیٔ اسلام سلطان ایوبی نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا۔

سلطان ایوبی ایک خداترس سچا خادم اسلام تھا، بلاشبہ وہ ہمیشہ غلبۂ دین حق کے لئے لڑتا تھا۔ اس لئے پیغمبر اسلام کی کردار ساز ہدایتیں اس کے پیش نظر ہوتی تھیں اور نینوا کی دھرتی پر نفس سرکش کے پجاریوں کی بھیڑ اکٹھا تھی۔ وہ ہوا و ہوس کے نشے میں اسلام کے فرامین یکسر فراموش کر چکے تھے ——— اگر یقین نہ آئے تو حقائق سے لبریز تواریخ کے صفحات الٹ کر یہ المناک منظر چشم سر سے دیکھئے۔

دوش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سواری کرنے والا، دختر رسول کی آغوش میں پروان چڑھنے والا، جوانان جنت کی سرداری کی سند رکھنے والا اور امت کے غم میں رات بھر آنسو بہانے والا اپنے تقدس مآب ساتھیوں کے جھرمٹ میں ریت کربلا پر بے گور و کفن پڑا ہے ——— اور یزیدی سواروں کے گھوڑے اسے روندرہے ہیں۔

وفا کا نام، کوئی بھول کر نہیں لیتا
ترے سلوک نے چونکا دیا ہے دنیا کو

یہ صحیح ہے "ہر کمال راز وال" چڑھتا سورج ڈھلتا بھی ہے۔ ایسا نہیں کہ زمانے کی اقتدار کی زمام قدرت نے ہمیشہ ایک ہی ہاتھ میں دیدی ہو۔ لیکن زوال کی جو رفتار یزیدیوں کی دیکھنے میں آئی دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ کسے معلوم تھا جس کی خاطر وہ سب کچھ کر رہے ہیں وہی ان کے سب کچھ فنا کر دینے کا سامان بنے گا۔ اورامت ان کے سائے سے دور رہنا پسند کرے گی۔

آج عاشورہ کا دن ہے میں مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف کے دارالاہتمام میں کاغذ لئے بیٹھا ہوں دفتر کا جنوبی دروازہ کھلا ہے سامنے مخدوم روڈ ہے۔ پورے شہر کے اکھاڑے آستانہ مخدوم کی طرف سمٹ رہے ہیں۔ بچوں کے ہاتھوں میں سبز و سرخ جھنڈیاں ہیں جوانوں کے سروں پر لال رومال، ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں ہیں۔ اور قریب و پاس کے جلوسوں سے یا حسین یا علی کے نعرے کی آوازیں کان کے پردے سے مسلسل ٹکرار ہی ہیں۔

لاریب! عرصہ گذرا ——— کوفہ میں فتح کے شادیانے خاموش ہو گئے۔ کامیابی کی ہلچل دفن ہوگئی۔ نخوت بھرے نعرے بند ہو گئے اور مسرت کی لہریں بحر غم میں ڈوب گئیں۔ مگر ریگ زار کربلا کے ذرے اور امت کے غم کے شرارے اب تک پکار رہے ہیں۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

کتنی بے باکی سے یزید کے وکیل نے لکھ مارا ہے کہ شہیدان کربلا کے خون کی ذمہ داری کسی پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ سوال یہ ہے کہ صرف آنجناب کا ہی یہ

فارمولہ ہے یا اگلے بزرگوں کی سیرت وسوانح بھی اس بات کی نشان دہی کرتی ہے جہاں تک میری تحقیق وجستجو کام کرسکی ہے معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔

جامع ترمذی کے حوالے سے کتابوں میں مذکور ہے کہ ——— ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے مچھر کے خون کا حکم دریافت کیا، آپ نے پوچھا، تو کہاں کا باشندہ ہے؟ اس نے کہا عراق کا رہنے والا ہوں یہ سن کر آپ کے بشرے سے بیزاری کے آثار ظاہر ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ذرا اسے تو دیکھو! یہ مچھر کے خون کا حکم دریافت کرتا ہے۔ مگر ان عراقیوں نے فرزندان رسول کے خون کی قیمت معلوم کرنے کی کبھی کوشش نہ کی۔

حضرت ابوعثمان کوفی جو صحابیِ رسول تھے سانحۂ کربلا کے بعد یہ کہہ کر بصرہ ہجرت کر گئے کہ ——— جن لوگوں کے ہاتھ آل رسول کے خون سے رنگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ رہنا مجھے ہرگز گوارہ نہیں۔

عام کوفیوں سے بیزاری کا جب یہ حال ہے تو یزید اور اس کے شریک جرم افراد کے لئے اکابرین کے دلوں میں کوئی نرم گوشہ تلاش کرنا ہی فضول ہے ۔کاش! یزید کی بے گناہی کا حیلہ ڈھونڈھنے والے یہ سمجھنے کی کوشش کرتے کہ یزید کے دامن پر جو خون محمدی کی سرخی نظر آرہی ہے۔ وہ صرف کربلا کے شہیدوں ہی کا خون نہیں ہے اسے دشت کربلا کے خون سے اگر بچا بھی لیا گیا تو حرم نبوی کے خون سے کیوں کر بچایا جاسکے گا۔ وہ لوگ تو دمشق میں چڑھ کر اس کا اقتدار چھیننے نہیں گئے تھے۔

مدینہ میں یزید کی غارت گری

حضرت محدث ابن الجوزی تحریر فرماتے ہیں کہ یزید ابن معاویہ نے مکہ

ومدینہ زادالله شرفهما کے ساتھ وہ سلوک کیا جو بخت نصر نے بیت المقدس کے ساتھ کیا تھا۔ مشہور ہے کہ تین سو قاری قرآن قتل کر ڈالے گئے —— عرصہ تک مدینہ منورہ لٹتا رہا۔ مسجد نبوی کی جماعت موقوف رہی، گھوڑے مسجد کے ستون سے باندھے گئے اور کتے مسجد کے اندر داخل ہو گئے۔ محدث ابن الجوزی کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"ولا خلاف ان یزید اغار المدینة المنورة و اخاف اهلها و الحدیث الذی رواه مسلم"

یعنی اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینہ منورہ میں غارت گری کی اور اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا —— یہ وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے۔

واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے۔ جب حرہ زہرہ میں پہونچے تو کھڑے ہو گئے اور آیت انا لله وانا الیه راجعون" پڑھی صحابہ نے سمجھا شاید حضور کو معلوم ہو گیا کہ اس سفر کا انجام مدعا کے موافق نہ ہوگا۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیا دیکھا جو استرجع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کوئی ایسا امر جس کا تمہارے اس سفر سے تعلق ہو، نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کیا پھر کیا چیز ہے ہم بھی جان لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حرہ سنگستان میں جو لوگ میری امت کے بہترین ہیں۔ میرے صحابہ سے شہید ہوں گے ایک اور روایت میں آیا

ہے کہ جس وقت آپ اس مقام پر پہنچے تھے تو اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے تھے کہ اس حرہ میں میری امت کے بہترین لوگ شہید ہوں گے۔ رضی اللہ عنھم۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔اورکعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔توریت میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کے شرقی سنگستان میں بہت سے مقتول ہوں گے جن کے چہرے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کے مثل چمکتے ہوں گے۔

ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دن بارش بہت ہوئی اور حضرت عمر اپنے دوستوں کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں تفریحاً نکلے۔جب اس مقام پر پہنچے جس کو حرہ واقم کہتے ہیں۔ تو دیکھا کہ پانی کی رووادی کی ہر جانب سے رواں تھی کعب احبار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔انہوں نے کہا اے امیر المومنین جس طرح یہ پانی بہہ رہا ہے خون کی رو بھی اس وادی میں اس طرح رواں ہوگی۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب آئے اور کہا اے ابواسحاق! یہ واقعہ کس زمانے میں ہوگا۔کعب نے کہا اے ابن زبیر یہ تمہارے ہاتھ پیر سے واقع نہ ہوگا۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب **جذب القلوب الی دیارِ المحبوب** میں مذکورہ بالا روایات کی تعین زمانی اور تصدیق مکانی کرتے ہوئے امام قرطبی علامہ طبرانی اور محدث ابن جوزی کے بیانات نقل فرماتے ہیں۔ذیل کی سطریں ہدیہ ناظرین ہیں۔

”قرطبی کہتے ہیں کہ مدینہ پاک سے اہل مدینہ کے

نکلنے کا سبب جو بعض احادیث میں آیا ہے یہ واقعہ حرہ ہے جس زمانے میں یہ شہر مقدس خوبی اور آبادی میں حسن وکمال کے درجہ کو پہنچا ہوا تھا اس کا یہ حسن وکمال اصحاب مہاجرین وانصار اور علماء تابعین کے وجود کے سبب تھا۔ اس وقت حوادث اور فتنے پے در پے اس شہر کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس وقت اہل مدینہ نے ان آفات کے خوف سے اس قریہ سے جو مقام رحمت اور جائے نزول برکات ہے۔ سفر کرنا اختیار کیا۔

یزید بن معاویہ نے مسلم ابن عقبہ مرئی کو شامیوں کا ایک بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تا کہ ان لوگوں کو مدینہ مطہرہ سے حرہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو کرے۔ تین روز تک حرم بنوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کر کے اس نے دادِ بے دینی دی اسی سبب اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں۔ اس واقعہ کا وقوع واقم حرہ میں ہوا۔ یہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

یہاں پر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین و انصار اور علماء تابعین کے علاوہ قتل کیا عورتوں اور بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ سات سو حفاظ قرآن اور قریش کے ستانوے افراد کو ظلماً تلوار سے ذبح کر

ڈالا۔فسق وفساد کو مباح کر دیا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے اولاد زنا جنی تھی اور غضب کی بات سنئے کہ روضہ شریف اور منبر پاک کے درمیانی جگہ کی بابت صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں پر ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے۔

مسلم ابن عقبہ مرئی تمام لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور اس کی غلامی کے عہد پر اسی طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر چاہے تو بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے۔خواہ وہ جل جلالہ کی طاعت کی جانب بلائے یا گناہ پر جبر واکراہ کرے۔ جب عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم قرآن وحدیث کے موافق بیعت کا ذکر کیا تو فوراً ان کی گردن ماردی گئی۔''

یہاں تک تو قرطبی کا بیان تھا اب ذیل کے سطروں میں حضرت طبرانی کا جو بیان نقل فرماتے ہیں وہ یہ ہے۔

''طبرانی حدیث کے علمائے عظام سے ہیں۔ یہ ایک بڑی حدیث میں عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دارافانی سے دار آخرت کو سفر کیا تو عبداللہ ابن زبیر نے یزید پلید کی اطاعت سے اعتراض کر کے اس کی بیعت سے انکار کر دیا اور اس کی دشنام دہی پر زبان کھولی جب یزید کو اس حالت کی خبر پہنچی تو

اس نے ایک شخص کو ان کی گرفتاری کے لئے روانہ کرتے ہوئے اسے قسم دی کہ ان کی گردن میں طوق ڈالے بغیر ہمارے سامنے نہ لانا۔

عبداللہ بن زبیر کے دوستوں نے کہا کہ اگر آپ یزید کی قسم پوری کرنے کے لئے اپنی گردن میں چاندی کی طوق بنوا کر ڈال لیں اور اوپر سے کپڑے پہن لیں تو بیشک یزید کے ساتھ آپ کی صلح امن وسلامتی کے قریب ہوگی۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خداوند تعالیٰ اس کو اس کی قسم میں ہرگز سچا نہ کرے گا۔ میں کبھی غیر خدا کے سامنے نرم نہیں ہوتا بالکل اس طرح جس طرح سے سخت پتھر دانتوں کے نیچے نرم نہیں ہوتا ——— اس کے بعد خلافت کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔

یزید بن معاویہ نے مسلم ابن عقبہ مرئی کو شام کی ایک فوج کے ساتھ ساکنان مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ مدینہ کو فتح کر لینے کے بعد مکہ کی جانب متوجہ ہو جانا اور عبداللہ ابن زبیر کو بھی ختم کر دینا —— جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں آیا تو بقیہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو اس وقت مدینہ میں تھے شہر کو خالی کر دیا۔ مسلم بن عقبہ اہل مدینہ طیبہ کو قتل کرنے میں حد سے تجاوز کر گیا۔ اور فساد برپا کر کے

مکہ معظّمہ کی جانب متوجہ ہوا مگر نصف راستہ میں مر گیا۔
دوسری طرف یزید بھی ابن زبیر کا محاصرہ منجنیق کے استعمال اور خانہ کعبہ میں آگ لگا دینے کی وصیت کر کے مر گیا۔ حصین بن نمیر کو جو مسلم بن عقبہ کا جانشین تھا۔ جب یزید کی موت کی خبر پہنچی تو وہ بھاگ گیا اور لڑائی اختتام کو نہ پہنچ سکی''

حضرت شیخ آخر میں محدث ابن جوزی کا جو بیان نقل کرتے ہیں اس سے یزید کی سیاہ کاریاں طشت از بام نظر آتی ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی کہتا ہے کہ یزید کے ظلم وعدوان کی داستانیں از سرتا پا من گھڑت ہیں تو اس سے بڑھ کر حق فراموش دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔

''ابن جوزی کہتے ہیں کہ جب ۶۲ھ شروع ہوا تو یزید بن معاویہ نے عثمان ابن محمد ابی سفیان کو جو اس کا چچازاد بھائی تھا مدینہ منورہ روانہ کیا تا کہ باشندگان مدینہ کو یزید کی بیعت پر دعوت دے۔ عثمان ابن محمد نے اہل مدینہ سے ایک جماعت کو یزید کی جانب روانہ کیا۔ جب یہ جماعت یزید کے پاس سے مدینہ واپس آئی تو اس نے یزید پلید کی دشنام طرازی پر زبان کھولی اور اس کی بے دینی، شراب نوشی، ممنوعات کے ارتکاب اور کتوں سے کھیلنے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس کی دوسری بری باتیں بھی لوگوں سے بیان کیں ان لوگوں نے اس کی بیعت سے خود بھی علاحدگی اختیار کر لی اور

بقیہ اہل مدینہ کو بھی اس کے قصد بیعت و اطاعت سے روکا۔
منذر ایک شخص تھے جن کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ مجھ کو یزید نے ایک لاکھ درہم دئے ہیں اور میرے ساتھ احسان بھی کئے ہیں لیکن میں سچائی کو ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔ یزید شراب نوش اور تارک صوم وصلوٰۃ ہے۔ یزید کی بیعت توڑ دینے کے بعد اہل مدینہ نے قرار بیعت عبداللہ بن حنظلہ غسیل پر دیا۔ اور عثمان بن محمد کو جو یزید شقی کی طرف سے مدینہ کا عامل تھا نکال کر اس شہر پاک کے میدان کو اغیار کی نجاست سے پاک کر دیا۔''

شخصیت کا انتخاب اور عہدوں کی تفویض انسان کے میلان طبع کو بے نقاب کرتی ہے۔ ہر حاکم اپنا مشیر کار اور ماموروہ تلاش کرتا ہے جو اس کے افکار و خیالات کو بروئے کار لا سکے اور اس کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے چنانچہ مسلم بن عقبہ جیسے ملحد و سفاک کو اہل حجاز پر مسلط کرنے میں یہی رمز پوشیدہ تھا، جسے واضح دلائل کے ساتھ صاحب راحت القلوب نے بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''واقدی کتاب اطرہ میں نقل کرتے ہیں کہ یزید پلید مسرف (مسلم بن عقبہ مرئی) کے پاس آیا اس کو دیکھا کہ فالج کے مرض میں گرفتار بستر علالت پر پڑا ہوا ہے۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تجھ میں یہ ضعف اور مرض نہ ہوتا تو حجاز

کی لڑائی کا حاکم اور والی تجھ کو بناتا۔ اس لئے کہ میں تجھ سے بڑھ کر اپنا مخلص اور ناصح دوسرا آدمی نہیں پاتا ہوں - میرے والد معاویہ ابن ابی سفیان نے مجھ کو اپنے مرض موت میں یہ وصیت کی تھی کہ اگر تجھے اہل حجاز کی طرف سے کوئی لڑائی پیش آئے تو اس کی تدبیر مسلم بن عقبہ کے ذریعہ سے کرنا۔

مسرف اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! تجھے خدا کی قسم ہے اگر تو میرے سوا کسی کو متولی بنائے اس لئے کہ اس کام میں اہل مدینہ کا دشمن میرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ یزید نے جب اس کام کے اجراء میں اس کا پختہ ارادہ پایا تو کہا کہ ہوشیار رہ اور بہ برکت خدا اہل مدینہ کی طرف متوجہ ہو تو جن لوگوں کا حریف ہوگا اگر وہ لوگ مدینہ میں داخل ہونے پر میری بیعت اور اطاعت قبول کرنے میں تیرے سدراہ ہوں تو تم تیغ بے دریغ قہر وسیاست سے کام لینا اوران کے چھوٹے بڑے میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑنا تین دنوں تک لوٹ اور غارت گری کی داد دینا۔''

(راحت القلوب ص۱۴)

مرض کی تاب نہ رکھنے کے باوجود جو شخص اہل مدینہ کے قتل وخون کے لئے اس قدر بیتاب نظر آئے۔ اس ظالم کو غارتگری کی اتنی کھلی چھوٹ مل جانے کے بعد بربریت کے ننگے ناچ سے کون روک سکتا ہے۔ گزشتہ اوراق میں اہل

مدینہ کی تاراجی کی جو تفصیلی آپ کی نظروں سے گذری وہ اسی تلقین وہدایت کا نتیجہ تھی ——— مجھے نہیں معلوم کہ آج یزید کے دامن کا داغ دھونے کی کوشش کرنے والے کل داورِ محشر کے حضور اس کا نامۂ اعمال کس طرح دھوسکیں گے۔

اس واقعہ کو ہلاکو کی ہلاکت، چنگیز کی بربریت اور تیمور کے استبداد سے کوئی نسبت نہیں تاتاریوں کی تلوار کی دھار پر عبداللہ بن حنظلہ غسیل جیسا تقدس مآب کوئی بھی نہ تھا۔ان کے ظلم کے حصار میں کوئی ذات حضرت سعید ابن المسیب جیسی محترم نہ تھی اور تختۂ دار پر کھڑے ہوکر بیعت کی قیمت متعین کرنے والا عبداللہ ابن زمعہ جیسا جانباز ان میں نہیں دکھایا جاسکتا پھر مدینہ جو اہل ایمان کے دلوں کی دھڑکن ہے اس کے رتبے کو بغداد کبھی نہیں پہنچ سکتا۔محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز تھے۔آپ نے دونوں دست مبارک کو اٹھا کر فرمایا ''**اللھم من ارادنی واھل بلدی بسوء فعجل ھلاکة**'' اے اللہ! جو شخص میرے اور میرے اہل شہر کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اسے جلد ہلاک کردے۔

یہ دعاء باب اجابت پر پہنچ کر کس طرح سجدہ ریز ہوئی ذرا دلوں کو چھو لینے والا ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔ ———

> ''حضرت علامہ سید سہمودی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب وفاء الوفا میں تحریر فرمایا ہے کہ واقعہ حرہ کا وقوع بدھ کے دن ۲۷/ذی الحجہ ۶۲ھ میں ہوا اور مسلم بن عقبہ سیاہ دل کی موت محرم کی چاندرات میں ہوئی۔ مکہ شریف پر حملہ

اور بیت اللہ پر سنگ باری ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو کی گئی اور یزید نامراد کی موت مرض ذات الجنب سے پہلی ربیع الآخر ۶۴ھ کو واقع ہوئی۔''

یہ ایسے گھنونے افعال ہیں کہ اموی دور کے بعد سلاطین وخلفاء نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ بولنا اور سننا گوارہ نہ کیا ان کے دربار میں جس نے یزید کا نام احترام کے ساتھ لیا وہ معتوب ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی حکومت، خلافت علی منہاج النبوۃ کے اصول پر قائم تھی اور جنہوں نے خلفائے راشدین کی سنتوں سے سرمو انحراف کبھی گوارہ نہ فرمایا، کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک بار دربار عام میں ایک شخص نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ استعمال کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے برہم ہوکر فرمایا تو مومنین کی حرمت پامال کرنے والے شخص کو امیر المومنین کہتا ہے اس کے بعد مجمع عام میں آپ نے اسے بیس درّے لگوائے۔ چنانچہ نہایت مستند حوالہ نذر قارئین ہے۔

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

''وقال کنت عند عمر بن عبدالعزیز فذکر رجل یزید بن معاویة فقال قال امیر المومنین یزید ، فقال عمر تقول امیر المومنین یزید و امر به فضرب عشرین سوطا'' (جلد ۱۱ ص ۳۶۱)

اور فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کسی

شخص نے کہا کہ یہ بات امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کی
ہے۔تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر
المومنین کہتا ہے۔ اور حکم دیا کہ اس کو بیس درّے لگائے
جائیں۔"

دیدے کا پانی اگر گر گیا ہے تو صاف کہہ دیجئے کہ انہوں نے خلاف عدل کیا، یزید کی حمایت کا عفریت جس کے سر پر سوار ہے وہ سب کچھ کہہ سکتا ہے۔ —— دور جانے کی ضرورت نہیں مراد آباد پہنچ کر مولوی حبیب الرحمٰن خیر آبادی سے پوچھئے وہ یہی کہے گا۔ یہ شخص مدرسہ حیات العلوم کا مفتی ہے ۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر سرفراز حسین خان فاضل دیوبند کا سوال اور جناب کا جواب ۔

حسین و یزید کے موضوع پر متعدد سوال و جواب میں سے ایک یہ ہے۔

سوال: کیا یزید کو امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین کہہ سکتے ہیں؟

جواب : کہہ سکنے کی بات کیا وہ حقیقت میں امیر المومنین تھے۔

دیکھ رہے ہیں یزید کی پاسداری کا یہ جارحانہ انداز، کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ میرا ریمارک غلط ہے۔ اگر عوام کے ڈنڈے کا خوف نہ ہوتا تو یہ مفت کے مفتی صاحب اور بھی کچھ کہتے۔ اتنے ہی پر تو ڈاکٹر صاحب اس قدر برافروختہ ہوئے کہ سوال و جواب دونوں شائع کر کے ارباب دیوبند سے اپنی کھلی بیزاری کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ مفتی صاحب نے یہ نوٹ چڑھا کر جواب بھیجا تھا کہ مختصر جواب کی مجبوری تھی۔ تشفی نہ ہو تو تشریف لا کر روبرو گفتگو فرمالیں۔ پنچ سطری نوٹ کے لئے کاغذ بھی تھا اور روشنائی بھی، آخر نصف سطر جواب کی کیا

مجبوری تھی۔غالباً کسی مستانے کا ڈنڈا نظر میں گھوم رہا تھا۔

زبردست فریب :——— شہادت حسین کے نام کی روٹی کھانے والے آج ذکرشہادت کے جلسوں میں یزیدنوازی کا یہ روپ دھارن کرتے ہیں کہ وہ مجرم و خاطی بھی نہیں تھا۔اس لئے یزید کو برا نہ کہو وہ قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا تھا اور شرکاء جنگ قسطنطنیہ کو حضور نے جنت کی بشارت دی ہے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ ان کے کارندے، بیان شہادت کا ڈھنڈھورا پیٹ کرعوام کی بھیڑ اکٹھا کرتے اور چندہ بٹورتے ہیں—اگر وہ اپنا بہروپ بدل کر سامنے آنے کی ہمت کریں تو کسی بحث وتکرار کی ضرورت ہی نہ پیش آئے ——— البتہ حیرت ان لوگوں پر ہے جو اس قسم کی آوارہ گفتگو سن کر شکوک وشبہات کے اسیر ہو جاتے ہیں۔

بشارت کا فریب اتنا خوشنما ہے کہ تحقیقات وریسرچ کی دنیا سے دور رہنے والے بھولے بھالے مسلمان بڑی آسانی سے فریب خوردہ ہو جاتے ہیں۔ان کے نزدیک معاندین کی دلیلیں اگرچہ التفات کے قابل نہیں ہوتیں ——— لیکن حدیث پاک کا حوالہ انہیں مسحور کئے بغیر نہیں رہتا۔

ان ظالموں سے کون پوچھے کہ اگر یزید کا ایمان اتنا ہی محقق تھا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کف لسان کیوں فرمایا ——— جس کی تکفیر سے زبان روکی جائے اس کے ایمان کا پہلو بھی ہرگز خطرے سے باہر نہیں ہو سکتا۔حضرت علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ نے یزید کے معاملہ میں علمائے متقدمین کے تین گروہ کی نشان دہی کی ہے۔لیکن ان میں کسی گروہ نے یزید کے جنتی ہونے کے حق میں رائے نہیں دی ہے کیا ان محققین کے علم میں حدیث بشارت نہیں تھی۔

حضرت علامہ موصوف نے ان آراء کے ذکر کے بعد ان لفظوں میں اپنا ججمنٹ دیا ہے —— **نحن نقول فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلیٰ اعوانہ وعلیٰ جنودہ** (شرح عقائد نسفی)

"یعنی ہمارے نزدیک وہ لائق احترام نہیں بلکہ اس کا ایمان بھی قابل تسلیم نہیں۔ لعنت ہو اللہ کی اس پر اور اس کے تمام مددگاروں پر اور اس کے سارے لشکریوں پر"

لعنت کب اور کن لوگوں پر جائز ہے مجھے اس کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ ہاں! یہ ضرور عرض کروں گا کہ مشائخ اہل طریقت اگرچہ علامہ موصوف کے دوش بدوش نظر آتے ہیں مگر علماء اہل سنت حضرت امام اعظم کی احتیاط سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ لہذا ان پر جارحانہ رویہ کا الزام غلط ہے۔ البتہ یزید کے عیوب کی ملمع کاری کرنے والے ضرور خارجی ہیں۔

اللہ نے اگر چشم بصیرت دی ہے تو بشارت کی بات کرنے والے ذرا اس حدیث کو بھی دیکھیں رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ سے اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک ستم گر ہوگا جس کا نام یزید ہوگا —— الفاظ حدیث یہ ہیں۔ **لایزال امر امتی قائما بالقسط حتیٰ مثلہ رجل من امیہ یقال لہ یزید۔**

ایک حدیث عمومی پر تو اس قدر اصرار ہے مگر نام کی اتنی کھلی وضاحت والی حدیث یاد نہیں آتی۔

قسطنطنیہ پر پہلا حملہ: ——— بخاری شریف جلد اول حدیث رسول کے الفاظ یہ ہیں''**قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم**''

یعنی میری امت کا وہ لشکر جو قیصر کے شہر پر سب سے پہلے حملہ کرے گا بخشا جائے گا ——— حدیث کے الفاظ واضح ہیں بخشے جانے کی بشارت جیش اولیٰ کے لئے ہے شارحین حدیث نے یہ بات بھی پردۂ خفا میں نہیں رہنے دی ہے کہ''مدینہ قیصر'' سے کون سا شہر مراد ہے ——— وہ بلاشبہ روم کا دارالسلطنت ہی ہے۔ آیئے اب ذرا یہ بھی جاننے کی کوشش کریں کہ اس شہر پر سب سے پہلے کب اور کن لوگوں نے حملہ کیا۔

سنن ابی داؤد صحاح میں تیسرا درجہ رکھنے والی مستند کتاب کے یہ الفاظ گہری توجہ کے قابل ہیں۔

غزونا من المدینہ نرید القسطنطنیہ وعلیٰ الجماعة عبد الرحمن بن خالدبن الولید والروم ملاقو ظھورھم بحائط المدینہ فحمل رجل علیٰ العدو ''

یعنی ہم مدینہ شریف سے قسطنطنیہ پر جہاد کے ارادے سے روانہ ہوئے ہمارے سالار فوج حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے رومی شہر پناہ کی طرف پشت کئے تھے۔ اسی حال میں لشکر اعدا پر ایک شخص نے حملہ کر دیا— مشہور صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شریک تھے، آپ نے یہیں شہادت پائی اور شہر پناہ کی دیوار کے سائے میں مدفون ہوئے۔

قسطنطنیہ پر یہ پہلا حملہ تھا اور ۴۶ھ سے پہلے یہ حملہ ہوا تھا اس تعین کی

دلیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ جو امیر لشکر تھے ابن اثال کے ہاتھوں زہر نوش کر کے ۴۶ھ میں وصال فرمایا ابو داؤد میں اگرچہ سن کی وضاحت موجود نہیں ہے۔لیکن اس تحقیق کی رو سے ۴۶ء سے قبل کا یہ وقوعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

اس جنگ میں سب کے سب زمین پر خدا کا دین پھیلانے والے مجاہدین فی سبیل اللہ شریک ہوئے تھے۔ انہی کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت بلا شک وشبہ پوری ہوئی۔

قسطنطنیہ پر یزید کا حملہ:—— اس حملے کے پورے سات سال بعد ۵۲ھ میں یزید اپنے والد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قسطنطنیہ کی فتح پر مامور ہوا چونکہ کامیابی نہیں ہوئی اس لئے اس کے بعد بھی حملوں کا سلسلہ برابر جاری رہا—— علامہ عینی شارح بخاری نے حملۂ یزید کی عقدہ کشائی ان الفاظ میں کی ہے۔

”**والاصح ان یزید بن معاویة غزفی سنة اثنین و خمسین الیٰ القسطنطنیه**“—— یعنی متعدد اقوال میں صحیح یہی ہے کہ یزید بن معاویہ نے قسطنطنیہ پر ۵۲ھ میں حملہ کیا تھا۔

۵۰ھ سے ۵۵ھ تک یزید کے حملے سے متعلق جو متعدد قوال ملتے ہیں ان میں حضرت علامہ عینی کے نزدیک زیادہ صحیح ۵۲ھ کا قول ہے۔لہذا کسی قول کی رو سے یزید کا قسطنطنیہ پر پہلا حملہ نہیں تھا۔اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت کی بشارت ”اول جیش“ کی قید کے ساتھ دی گئی ہے جو کسی بھی طرح یزید کے حق میں نہیں آتی۔

ان روشن شہادتوں کے بعد یزید کو بخشا بخشایا بتانے والے یا تو خود جہل مرکب کے شکار ہیں —— یا پھر جان بوجھ کر عوام کو حقائق سے اندھا بنانے کیلئے

ان کی آنکھوں میں فریب کی دھول جھونک دینا چاہتے ہیں ——— عجیب بات تو یہ ہے کہ غیبی شہادتوں پر مشتمل حدیثوں سے دامن بچانے کے لئے بہتر حیلے جولوگ تلاش کرتے ہیں وہی آج ایک غیبی خبر والی حدیث کواتنے طنطنے سے صرف اس لئے پھیلا رہے ہیں کہ کسی بھی طرح یزید کے چہرے کی کالک دھل جائے۔

تاریخ کی تمام معتبر کتابیں اس امر کی گواہ ہیں کہ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے معاویہ کو تخت نشیں کیا گیا۔لیکن اس مرد صالح نے چند ہی دنوں بعد جمعہ کے روز جامع مسجد دمشق میں کھڑے ہو کر خون اہل بیت سے اپنی برأت اور بیزاری کا ان لفظوں میں اعلان کیا ——— او بنوامیہ! جو تخت وتاج خون اہل بیت سے آلودہ ہے میں نے اس میں کوئی حلاوت نہ پائی ،تم اپنا امیر جسے چاہو منتخب کرلو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ بخدا مجھے اپنی آخرت کی بربادی گوارہ نہیں۔ دیکھا آپ نے یہ ہے وہ تخت وتاج جس کیلئے امام کا خون ارزاں سمجھا گیا تھا۔

عباسی صاحب کو چاہیئے تو یہ تھا کہ کربلا سے دمشق تک سارے خونیوں کے دامن کا داغ دھونے کی کوشش سے پہلے استغاثہ پیش کرتے کہ—— پروردگار! کربلا کے خون میں یزید کا کیا حصہ تھا کہ تو نے تین سال سے زائد مہلت دئے بغیر ایسی عبرتناک بیماری میں مبتلا کر کے اسے ہلاک کر دیا کہ آج بھی اس کے تصور سے کلیجہ کانپ جاتا ہے۔

اور کربلا سے کوفہ تک سارے قاتلین بے خیالی کے شکار تھے جس کا سب سے بڑا گواہ میں خود ہوں پھر تو نے مختار بن عبید ثقفی کو اپنا عذاب بنا کر ان پر مسلط کیوں کر دیا جس نے یزید کے قوت بازو بننے والے ادنیٰ سپاہی سے لیکر فوجی جرنیل تک

سبھوں کوایسی اذیت ناک سزائیں دیکر ہلاک کیا کہ دنیاانگشت بدنداں رہ گئی۔

خدایا تو دنیا میں ان کی پکڑ نہ کرتا تو بات کچھ بن سکتی تھی مگر چونکہ تاریخ کے صفحات پر ان کی بھیانک تصویریں موجود ہیں اس لئے اب میں ان کی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے علم ودیانت کا خون بھی کررہا ہوں تو بات نہیں بن رہی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ خدائے کارساز، مستغیث کے دوبدوسر کار حسین کواظہار حق کا حکم فرماتا اور آپ جلال الٰہی کو آواز دینے کے لب ولہجے میں عرض کرتے۔ خدایا! میں نے ان کی بے خیالی دور کرنے کے ہی لئے زمین نینوا پر یہ تاریخی خطبہ دیا تھا۔

لوگو! ——— مجھے پہچان لو کہ میں کون ہوں میں نور دیدۂ مصطفٰے، لخت جگر علی مرتضٰی، اور تسکین جان فاطمہ ہوں، میں وہی ہوں جن پر تم نمازوں میں درود پڑھتے ہو، بخدا اس وقت روئے زمین پر کوئی نہیں جو میری فضیلت کو پہنچے ——— میں نے تم میں سے کسی کا خون نہیں بہایا۔ پھر تم میرے خون کے پیاسے کیوں ہو، میں نے تمہاری آبرو برباد نہیں کی پھر تم میرے اہل بیت کی حرمت پامال کرنے پر کیوں تلے ہو میرے معاملے میں خدا سے ڈرو میں از خود نہیں آیا بلایا گیا ہوں ——— میرے نانا جان نے امت کو خطرے سے آگاہ کر دیا ہے کہ لوگ جب کتاب وسنت پر اپنے نفس کی پیروی کو ترجیح دینے لگیں تو قریب ہے کہ اللہ کا عذاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے۔ للہ مجھ سے شریعت کی صورت مسخ کر دینے والے فاسق کی بیعت پر اصرار نہ کرو۔

رب بے نیاز! میری یہ آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی چونکہ انہیں دنیا پیاری تھی اور وہ میرے پاس نہیں یزید کے ہاتھ میں تھی ——— انہوں نے نہ تیرا پاس رکھا اور نہ اپنے پیغمبر کا لحاظ کیا۔ میرے اہل بیت کی نعشوں پر یزید کے ملوکیت کی دیوار

نصب کرنے میں مظالم کی انتہا کردی۔اور میں تیری مشیت پر راضی رہا۔

میرا ایمان کہتا ہے کہ اس وقت عدالت الٰہیہ سے یہ فیصلہ سنایا جاتا کہ قاتلین حسین کی وکالت کرنے والوں اور ان کی برأت میں دلائل لانے والوں کو مژدہ دیا جاتا ہے کہ روز قیامت وہ سب کے سب یزید اور اس کے حواریوں کے ساتھ محشور ہوں گے۔ یقیناً اس اعلان سے یزید کے وکلا کو بھی خوشی حاصل ہوتی۔

خدا کا نور بجھا ہے نہ بجھ سکے گا کبھی
بجھانے والوں کے دل بجھ گئے بجھا نہ سکے

کتاب کی پوزیشن معلوم کر لینے کے بعد اب ذرا ان چہروں کو بھی دیکھ لیجئے جو اس دل آزار کتاب کی اشاعت سے کھل اٹھے ہیں۔لیکن تھوڑا ٹھہر کر پہلے دل کو قابو میں کر لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ چہروں پر نظر پڑتے ہی آپ کے دل کو ٹھیس لگ جائے کیوں کہ اب تک جن کو آپ سرکار حسین کا وفادار جان کر اپنا سمجھتے آئے ہیں وہ یزیدی کیمپ میں ڈیرا جمائے نظر آرہے ہیں۔

جی ہاں! جب چہرے پر غازہ دکھائی دے تو جان لیجئے کہ حسن بنایا گیا ہے کیونکہ حسین چہروں کا حسن تو گرد کی اوٹ سے بھی جھانکا کرتا ہے۔ یہاں بھی خوارجی چہروں پر حنفیت کا صرف غازہ ہی نظر آتا ہے۔

سامنے آنے والے چہروں سے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کیلئے پہلے شخصیت پرستی کا لبادہ اتار دیجئے،اخلاص کی عینک آنکھوں پر ڈال لیجئے اور دیانتداری کو دل کا پاسبان مقرر کیجئے——— پھر آپ کا ضمیر بھی وہی کہے گا جو میں کہہ رہا ہوں۔

پہلا چہرہ :——— پہلا چہرہ مشہور اہل قلم اور دیوبندی جماعت کے معتمد عالم

مولوی عبدالماجد دریابادی کا ہے، موصوف کتاب کے مندرجات سے صرف متفق ہی نہیں نظر آتے بلکہ کتاب مذکور کو منصۂ شہود پر لانے کے اصل داعی بھی ہیں...... خود عباسی صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچے میں ان کے چہرے کا نقاب اس طرح الٹا ہے۔

"جناب مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق جدید نے اپنے مکتوب مرقومہ ۱۰رفروری ۱۹۵۸ء موسومہ مدیر رسالہ "تذکرہ" میں فرمایا تھا کہ آپ کے الحسین پر تبصرہ کے عنوان سے جو مسلسل مقالہ نکل رہا ہے وہ بہت ہی جامع نافع، بصیرت افروز، ہے اسے کتابی شکل میں لائیے۔

کتاب کی جامعیت تو آپ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں اب رہی بات نافع ہونے کی تو قرابت داران رسول جن کے حق میں آیت قرآنی **قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ** نازل ہوئی یعنی اے نبی! آپ فرمادیجئے کہ میں تم سے اپنی عنایتوں پر اپنے قرابت داروں کی محبت کے سوا کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ رسول علیہ السلام کے ان ہی قرابت داروں سے امت کا رشتہ کاٹ دینے والی کتاب کو نفع بخش کہنا ہی چاہئے —— معاذ اللہ اور یہ تو دریابادی صاحب ہی بتائیں گے کہ اس کتاب نے ان کی کس قسم کی بصیرت میں اضافہ کیا ہے۔

دوسرا چہرہ :—— دوسرا چہرہ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کا ہے یہ وہ ادارہ ہے جس کے بارے میں آج بھی نوے فیصد مسلمان غلط فہمی کے شکار ہیں وہ لفظ پھلواری شریف پر دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ چونکہ اس ادارہ کی پیدائش خانقاہ کی

گود میں ہوئی تھی —— لوگوں کو پیدائش تو یاد ہے مگر جوان ہو کر باغی ہو جانے کی خبر اب تک نہیں۔ قوم کی اس بے خبری کے اصل ذمہ دار اہل خانقاہ ہی ہیں۔ بہر کیف اس ادارے کے ترجمان نے اپنے چہرے سے خود ہی پردہ کس طرح ہٹایا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

> ''علمائے دیوبند کی بدولت احادیث کی اشاعت نے بھی حقیقت پر سے پردہ اٹھایا ہے۔ جناب محمود عباسی کی یہ کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' اسی احقاق حق کی آخری کوشش ہے۔ (نقیب اکتوبر ۱۹۵۹ء)

اس اقتباس کو پڑھ کر کوئی بھی ہے جو کہے کہ حق یزید کی طرف باور کرانے کی ناپاک کوشش نہیں کی گئی ہے اور یہ جسارت تو دیکھئے کہ علمائے دیوبند کی بدولت کہہ کر اہلبیت رسول کی عداوت کا طوق فخریہ طور پر اپنے گلے میں لٹکایا گیا ہے۔

میں تو حیران ہوں کہ تنہا عباسی صاحب نے ایک بالشت کے قلم سے کتنوں کا چہرہ ننگا کر دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ پہلے سے اپنا بہروپ اتار پھینکنے کو پریشان تھے، عباسی صاحب نے یہ موقع دے دیا۔ کاش! اب بھی قوم اپنے اور بیگانے کی تمیز کر پاتی۔

تیسرا چہرہ :—— تیسرا چہرہ دن کے اجالے میں بیچ چوراہے پر قوم کا سودا کرنے والی جماعت کا ہے۔ یہ ٹولی پورے ملک میں جمیعۃ العلماء ہند'' کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ اس کا ننگا چہرہ خود اس کے جماعتی آرگن نے جو دکھایا ہے وہ تو اب لحاف اوڑھنے سے بھی نہیں چھپ سکے گا۔ اصل روپ معلوم کرنے

کیلئے یہ اقتباس غور سے پڑھئے۔

''ابھی حال میں پاکستان سے خلافت معاویہ ویزید پر ایک کتاب شائع کی گئی ہے جو ہماری نظر سے گزری ہے۔ اور جو اپنے موضوع پر اس قدر محققانہ اور مورخانہ ہے کہ اس سے بہتر ریسرچ کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔'' (الجمیۃ دہلی اکتوبر ۱۹۵۹ء)

چوتھا چہرہ :—— چوتھا چہرہ ان بقچہ برداروں کا ہے جنہوں نے اپنا نام تبلیغی جماعت رکھ لیا ہے یہ بڑے گہرے لوگ ہیں ان کا کھلا چہرہ دیکھنے کیلئے ان کے گھر میں جھانکنا پڑے گا۔ باہر تو کلمہ ونماز کا صرف لبادہ دکھائی دیتا ہے —— عباسی صاحب کو ایک دل آزار کتاب کے لئے ان ہی نقیب نے روشنی دکھائی تھی —— یقین نہ آئے تو ذیل کی یہ سطریں پڑھئے۔

''اہل بیت کے سلسلے میں مسلمان افراط وتفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اعتقاد وعمل میں غلو سے کام لیتے ہیں چنانچہ ہزاروں بے بنیاد روایات اہل بیت اور واقعات کربلا کو اہمیت دینے کی غرض سے گڑھ لی گئیں ہیں۔

(ماہنامہ الفرقان ستمبر ۱۹۵۴ء)

ملاحظہ فرمایا آپ نے بغض اہل بیت کا یہ تیور —— اہل بیت اور واقعہ کربلا کو اہمیت دینے کی غرض سے یعنی وہ اہل بیت ''اھل بیتی کسفینۃ نوح'، کہہ کر جن کے ہاتھ میں امت کے نجات کی مہار دی گئی ہے وہ کسی التفات کے قابل نہیں اور معرکۂ کربلا جس نے فرزندان اسلام کے دلوں میں حق گوئی کی

جرأت رندانہ بھردی ہے۔ وہ کسی اہمیت کا حامل نہیں۔

اس سادگی پہ کیوں نہ مر جائیں اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار تک نہیں

پانچواں چہرہ :—— پانچواں چہرہ ان خارجیوں کا ہے جنہوں نے شیعوں کے مقابلے پر اپنے آپ کو سنی بتایا مگر سنیت کے آئینے کے سامنے آتے ہی ان کی خارجیت ننگی ہو جاتی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے انگلی رکھ رکھ کر ان کی خارجیت دکھائی ہے۔ اس لئے یہاں اس کی چنداں ضرورت نہیں —— البتہ عباسی صاحب کو مواد بہم پہنچانے والی ایک دل خراش تحریر دونوں ہاتھ سے کلیجہ تھام کر پڑھئے۔

''روایتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح یزید کی مخالفت پر رضا مند نہ تھے۔

(النجم لکھنؤ محرم ۱۹۵۶ء)

کون سی روایت کس کی روایت، کیسی روایت کچھ پتہ نہیں عوام پر صرف دھونس جمانے کیلئے روایتوں کے لفظ کا غلط استعمال کتنا بھیانک فریب ہے قلم اٹھانے سے پہلے اتنا تو یاد کر لیا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس کسی نے میری طرف کوئی جھوٹ منسوب کیا **فلیتبوأ مقعده من النار** ۔ اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس کے بدبودار، جملوں پر حضرت علامہ ارشد القادری کے پُرغضب تبصرہ کے یہ الفاظ پڑھنے کے قابل ہیں۔

''اس مفتری و کذاب کا مقصد یہ ہے کہ امام حسین

رضی اللہ عنہ نے یزید کی مخالفت کر کے اپنے نانا جان سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا ہے“ (جام نور کلکتہ)

بات صد فیصد صحیح ہے سرکار حسین کو باغی قرار دینے والے انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی باغی ٹھہرانا چاہتے ہیں ——— معاذ اللہ!

اسی گروہ کے ایک مفتی نما مفتری سے ایک شخص نے سوال کیا، کیا کربلا میں پیش آنے والے واقعات سیاسی نوعیت کے تھے؟ جواب ملاحظہ فرمائیے۔

”سیاسی نوعیت کے تھے اور یہ کھیل سبائیوں نے کھیلا تھا“ یہ وہی خیر آبادی ہے جس کا ایک فتویٰ آپ گزشتہ صفحات پر پڑھ چکے ہیں۔ کیا اب بھی ان کی خارجیت چھپی ڈھکی ہے جسے انگلی رکھ کر دکھانے کی حاجت باقی رہ گئی ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گا کہ کسی خارجی کو پر نہیں ہوتے۔

اب آپ ایک علمی اور تحقیقی بحث کے لئے اپنے ذہن کو بیدار کر لیجئے، عامر عثمانی صاحب ایڈیٹر تجلی دیوبند نے یہ بحث ذہن کو شکوک میں ڈال دینے والے انداز سے اٹھائی ہے دور رس نگاہ نہ رکھنے والوں کا راسخ الاعقادی کے باوجود ذہنی کشاکش میں مبتلا ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ اس لئے اس زاوئے پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔

عامر عثمانی مدیر تجلی اچھے صاحب قلم گزرے ہیں تبصرہ نگاری ان کی صحافت کا جز و اعظم ہے مگر عجیب افتادطبع کے انسان واقع ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو فاضل دیوبند ہونے کے ناطے مسلک دیوبند سے کلیۃً متفق نظر آتے ہیں۔ اور دوسری طرف مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کے نام سے جب

فتنے کا نیا دروازہ کھولا اور پرانے دروازے کے پاسبان جناب مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے ان کا تعاقب کیا تو عثمانی صاحب ان کو دور تک کھدیرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

علامہ ارشد القادری صاحب کی زلزلہ بردوش کتاب ''زلزلہ'' جب منظر عام پر آئی تو عامر عثمانی صاحب اس پر تبصرہ کے دوران اس کے مندرجات سے اس حد تک متفق ہوئے کہ اکابر دیوبند کی ساری کتابوں کو دریا برد کر دینے کا فیصلہ سنا دیا۔ اور جب جوابی کاروائی کے طور پر مولوی منظور نعمانی صاحب کی وساطت سے عارف سنبھلی صاحب کی پھوہڑ کتاب ''انکشاف'' شائع ہوئی تو عثمانی صاحب اپنے گزشتہ تبصرے میں لوچ پیدا کرنے کے آزار میں مبتلا پائے گئے۔

اسی طرح محمود عباسی صاحب کی رسوائے عالم کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' فتنے کے دروازے سے جب نمودار ہوئی اور ہندو پاک کے مسلمانوں میں عام بیزاری کی لہر پیدا ہوگئی تو عباسی صاحب کی ہمدردی میں عثمانی صاحب کے پیٹ میں بھی درد شروع ہوگیا اور انہوں نے مدافعت کے میدان میں سمت اور بے سمت گھوڑے دوڑاتے نظر آئے۔ مگر چند سال بعد جب مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' وجود میں آئی جس میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کا تو کیا شمار حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین جیسے آسمان طہارت کے مہ تاباں کی شان میں بھی مودودی صاحب کے جارحانہ قلم کا تیور بدلا ہوا نظر آیا تو عثمانی صاحب بھی اپنے گستاخ قلم کی جولانگاہ تبدیل کرتے دیکھے گئے۔—

لیکن چونکہ ایک سوال اٹھا کر وہ گئے ہیں لہذا جواب بہر حال قرض ہے۔

یزید کی ولی عہدی :۔ کلکتہ کے محمد حسن نامی ایک بہی خواہ نے مدیر تجلی دیو بند کو خط لکھا جس کا خلاصہ اور نچوڑ ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

''گوجرانوالے کا ایک اخبار ''رضائے مصطفٰے'' نظر سے گزرا۔ اس میں یزید نوازی کے عنوان سے آپ کی خبر لی گئی ہے جولائی کے تجلی میں ایک کتاب ''شہادت حسین'' پر آپ کے تبصرے سے بہت سی عبارت نقل کر کے فرمایا گیا ہے ''مدیر تجلی کی تحریر آپ کے سامنے ہے بغور ملاحظہ فرمایئے کہ کس شقاوت و یزیدی ذہنیت اور دریدہ ذہنی کے ساتھ اس نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید و طنز اور یزید کی وکالت کا حق ادا کیا ہے۔''

ماہنامہ تجلی دیو بند شمارہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں مدیر تجلی کے قلم سے اس مکتوب کا جو جواب دیا گیا ہے اس کا قابل ذکر حصہ یہ ہے۔

''امام حسین کے خالی مدحت گزاروں سے پوچھئے یزید کیا اس وقت بھی فاسق و فاجر تھا جب حضرت معاویہ نے اسے ولی عہد بنایا تھا یا ان کی موت کے بعد فسق و فجور پر مائل ہوا ہے۔

(۱) اگر اول الذکر بات ہے تو صاف بتایا جائے کہ ان جلیل القدر صحابہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جنہوں نے ایک فاسق و فاجر کو ولی عہد بنانا بخوشی منظور کر لیا۔ اور ان معاویہ کیلئے کیا حکم ہے۔ جنہوں نے یہ صریح اسلام دشمنی کی۔

تاریخ گواہ ہے کہ یزید کی نامزدگی مملکت کی رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد ہوئی ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ معاویہ نے لاؤلشکر لگا کر لوگوں کی زبان بند کردی ہو اور تلوار کے سایہ میں یزید کو ولی عہد بنایا ہو۔ انہوں نے اپنے زمانے کے تمام میسر وسائل سے کام لے کر رائے عامہ کی تالیف کی۔ اہل الرائے صحابہ حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ سے استصواب کیا لیکن کہیں نہیں ملتا کہ ان میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ معاویہ! کیا ستم کرتے ہو اپنے فاسق وفاجر بیٹے کو ولی عہد بناتے ہو۔

اگر ثانی الذکر معاملہ ہے یعنی یزید باپ کی موت کے بعد فاسق و فاجر ہو گیا تھا تو پھر ان عالی مقام صحابہ و تابعین کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جنہوں نے اس کی بیعت کی، اس کا ساتھ دیا اور اس کے خلاف خروج سے حضرت حسین کو ممکنہ حد تک روکنا چاہا۔

تم کہتے ہو حضرت امام حسین یزید کی بیعت کر لیتے تو اس کی ہر بدکاری کے لئے امام کی بیعت سند ہو جاتی تو کیا بیعت کرنے والے باقی صحابہ اور تابعین تمہاری نظر میں بدکاریوں کی سند عطا کرنے والے تھے۔''

عثمانی صاحب کے قلم کا اصل کمال یہی ہے کہ وہ صالح اذہان کو زہر دینے کے لئے میٹھا گھونٹ تلاش کرتے ہیں۔ یہاں بھی انہوں نے دونوں پیراگرافوں

میں صحابہ اور ام المومنین کے ناموں کا سہارا اسی غرض سے لیا ہے۔ ورنہ صحابہ کے نام کے ساتھ عالی مقام کا لفظ استعمال کرنے والا جنتی جوانوں کے سردار کے پاک نام کے ساتھ لفظ خروج کا ناپاک پیوند لگانے سے خدا کا خوف کرتا۔

مدیر تجلی نے یزید کی بادشاہی کو خلافت حقہ وصادقہ منوانے کے لئے فسق یزید پر دو شقیں قائم کر لیں ہیں۔ ہم ان میں سے ہر ایک کی نمبر وار خبر لیتے ہیں۔ تا کہ دودھ اور پانی الگ الگ نظر آئے۔

پہلی شق ——— کیا یزید اس وقت بھی فاسق و فاجر تھا جب حضرت معاویہ نے اسے ولی عہد بنایا تھا۔

دوسری شق ——— یا ان کی موت کے بعد فسق وفجور پر مائل ہوا تھا؟

مذکورہ بالا دونوں صورتوں کو محض بہتان ثابت کرنے کیلئے انہوں نے کچھ گوشے پیدا کئے ہیں۔ جو ہر بادی النظر کے ذہن میں کھٹکتے ہیں۔ —— عوام کے ذہن کی خلش دور کرنے کے لئے ان گوشوں کا گہری نظر سے جائزہ لینا نہایت ضروری ہے۔

ایک بہت بڑے فریب کو بے نقاب کرنے کیلئے پہلے آپ پیراگراف کے ان جملوں کو اپنے حافظے میں رکھئے۔

(١) ان جلیل القدر صحابہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جنہوں نے ایک فاجر وفاسق کو ولی عہد بنانا بخوشی منظور کرلیا۔

(٢) تاریخ گواہ ہے کہ یزید کی نامزدگی مملکت کی رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد ہوئی ہے۔

(۳) اہل الرائے صحابہ حتی کہ ام المومنین حضرت عائشہ سے بھی استصواب کیا۔
(۴) کہیں نہیں ملتا کہ ان میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ معاویہ! کیا ستم کرتے ہو اپنے فاسق وفاجر بیٹے کو ولی عہد بناتے ہو۔

رائے عامہ ہموار کرنے کے دعویدار پہلے یہ بتائیں کہ حضرت معاویہ کا ولی عہد نامزد کرنا خلفائے راشدین کے طریقے کے مطابق تھا؟ ——— حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو خلیفہ نامزد کیا جو بہترین خلق تھا اور آپ کی اس سے کوئی قرابت نہ تھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو مجلس شوریٰ پر چھوڑا۔ اور یہ تاکید فرمائی کہ حضرت عبداللہ ابن عمر خلیفہ نہ بنائے جائیں۔ حالانکہ ان میں کچھ کمی نہ تھی۔ یہ صراحت آپ کی بے نفسی کی کس قدر غماز ہے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار خلافت اٹھائے دکھ سہتے رہے، غم جھیلتے رہے مگر حقوق امت میں آخری دم تک کوئی تصرف گوارہ نہ فرمایا۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جب ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں زخم کھایا اور زندگی کے آثار حسرت ویاس کی پرخطر وادیوں میں بھٹکنے لگے تو لوگوں نے گھبرا کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اپنے میلان کا اظہار کیا۔ اس وقت مولیٰ نے اعلانیہ کہہ دیا کہ میں اس باب میں ہرگز کچھ نہ کہوں گا۔

ایک طرف تمام پیشرووں کی یہ پاکیزہ سنت اور دوسری طرف خود بقول مدعی اپنے زمانے کے تمام میسر وسائل سے کام لے کر رائے عامہ کی تالیف ''اس آسمان وزمین کے فرق کا ذرا اندازہ تو لگایئے ——— اگر بالفرض یزید کا فسق مسلم نہ بھی ہو تو صحابہ نے خلفائے راشدین کی سنت سے اتنا کھلا ہوا انحراف

بخوشی منظور کرلیا ہو یہ کبھی ممکن نہیں ہے ——— یزید کی نامزدگی پر صحابہ کرام کی بے چینی اور برہمی کا واضح ثبوت چاہتے ہیں تو کامل ابن اثیر کی یہ عبارت جی لگا کر پڑھیئے۔

قام مروان فیھم وقال ان امیر المومنین قد اختار لکم فلم بال قد استخلف ابنہٖ یزید بعدہ، فقام عبدالرحمن ابن ابی بکر فقال کذبت واللہ یا مروان و کذب معاویۃ ماالخیارا ردتما لامۃ محمد ولکن کم تریدون ان یجعلوا ھر قلیہ و قام الحسین ابن علیؑ و انکر ذالک''

مروان نے کھڑے ہوکر کہا امیر المومنین نے تمہارے لئے انتخاب میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور انہوں نے اپنے لڑکے یزید کو جانشین بنایا۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کھڑے ہوگئے اور کہا، اے مروان! بخدا تو نے غلط کہا اور معاویہ نے بھی غلط کیا، تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ بھلائی نہیں کی۔ تم لوگ تو ہرقلیہ کو رواج دے رہے ہو۔ حضرت حسین ابن علی نے بھی کھڑے ہوکر اسی طرح انکار میں تقریر کی۔

یہ صحیح ہے کہ امیر معاویہ امت کے غم میں نہیں، بیٹے کی محبت میں ولی عہدی کے لئے کوشاں ہوئے وہ اپنی حیات میں یزید کی راہ کا روڑہ دور کردینا چاہتے تھے۔ اسی سلسلے کی یہ کڑی ہے کہ امیر معاویہ کا نمائندہ مروان ابن الحکم نے جو بدترین خلق تھا اہل مدینہ کو جمع کر کے مذکورہ بالا تقریر کی۔ اس پر صحابہ کرام علیہم

الرضوان برہم ہو گئے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر جو خود بھی مقدس اور مقدس باپ کے بیٹے تھے۔مروان پراس طرح برس پڑے۔ **کذبت و الله یا مروان و کذب معاویة** ۔حد ہوگئی حق فراموشی کی ——— یزید کی نامزدگی پر صحابہ کی بیزاری اوران کے احتجاج کا کتنا روشن ثبوت تاریخ کے دامن میں محفوظ ہے پھر بھی کتنی دلیری سے یہ پُر فریب دعویٰ کیا گیا ہے کہ کہیں نہیں ملتا کہ ان میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ معاویہ کیا ستم کرتے ہو۔

یہاں ایک سوال آپ کے ذہن پر بوجھ بن سکتا ہے کہ صحابہ کو طریقۂ انتخاب سے اختلاف تھا یا وہ یزید کو تخت پر دیکھنا ہی پسند نہ کرتے تھے۔کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کی اسی گفتگو میں جواب موجود ہے"**لکن کم تریدون ان یجعلوهر قلیه** ' 'بیشک تم لوگ ہرقلیہ کو رواج دے رہے ہو اس جملے نے واضح کر دیا کہ آپ، باپ کی جگہ بیٹے کی تقرری کو خلفائے راشدین کی سنتوں سے بغاوت اور قیصر روم کی پیروی قرار دے رہے ہیں۔

اور"**مالخیار ا ردتما لامة محمد**''تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ بھلائی ہرگز نہیں کی۔اس جملے نے ببانگ دہل اعلان کر دیا کہ آپ یزید کو امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سراپا شر سمجھتے تھے۔جیسا کہ انجام سامنے آیا۔یہ بھی صحیح ہے کہ مروان کے ذریعہ جب یہ کوشش بارآور نہ ہوئی تو رائے عامہ کی تالیف کے لئے خود امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کا سفر کیا اور اکابر صحابہ میں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، حضرت عبداللہ ابن زبیر حضرت عبداللہ ابن عباس اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے

فرداً فرداً ملاقات کی اور یزید کی جانشینی کے مسئلے پر گفت وشنید کے ذریعہ ان بزرگوں کوہم خیال بنانے کی کوشش بھی فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وہ فیض یافتہ صحابہ تھے جنہوں نے صرف حمایت حق کا سبق سیکھا تھا۔ اسلئے امیر معاویہ کا شاہانہ رعب ودبدبہ بھی انہیں اپنے موقف سے نہیں ہٹاسکا اور ان میں سے کسی نے بھی ان کی حامی نہ بھری تو حضرت امیر معاویہ کبیدگی کے ساتھ اٹھے اور شام روانہ ہوگئے۔

آیئے اب پیراگراف (۲) پر نظر ثانی کریں اور اس کے زہریلے جملوں کی صداقت معلوم کریں۔

(۱) ان عالی مقام صحابہ اور تابعین کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جنہوں نے اس کی بیعت کی۔

(۲) اس کے خلاف خروج سے حضرت حسین کو ممکنہ حد تک روکنا چاہا۔

(۳) کیا بیعت کرنے والے باقی صحابہ وتابعین تمہاری نظر میں بدکاریوں کی سند عطا کرنے والے تھے۔

یہ مجھے تسلیم ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے سخت ناپسندیدگی کے باوجود یزید کی سربراہی کے خلاف کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا مگر اس کی وجہ وہ نہیں ہے جو جناب نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ اسے پاکباز، صداقت شعار اور خداترس جان کر واجب التعظیم خلیفہ مانتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے اندر قتل وقتال کی قوت نہ پاتے تھے اور بے سروسامانی میں ایک جابر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ان کے نزدیک درست نہ تھا۔

ہر آدمی میں حرب وضرب کا جوہر نہیں ہوتا اور سب کے اندر قیادت

وسیادت کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی اسی لئے بعض صحابہ نے گوشہ گیری اور عزلت نشینی ہی میں عافیت سمجھی ۔ جب سرکار حسین علیٰ جدہ علیہ السلام حالات کے مدوجزر سے بے پرواہ ہوکر میدان عمل میں نکل آئے اور وقت آجانے پر یزید کے خلاف صف آرا بھی ہو گئے تو ان میں کسی نے اپنے اجتہاد کے مقابلے میں حضرت امام کے اجتہاد کو غلط سمجھ کر انہیں خطا کار نہیں کہا۔

سنہ ٦٤ ھ میں جب یزیدی فوج نے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوکر قتل وخون کا بازار گرم کیا تو یہی وہ صحابہ تھے جو تین سو کی تعداد میں شہید ہوئے اگر یہ یزید کے طرفدار اس کے ہوا خواہ اور پر چارک ہوتے تو ہرگز اس طرح بے دردی سے قتل نہ کئے جاتے۔ بلکہ شہر رسول پر لشکر کشی کا بھی کوئی سوال پیدا نہ ہوتا۔

آنکھوں پر تعصب کی عینک ہوتی ہے تو وہ بھی اپنا عجب کرشمہ دکھاتی ہے، سرکار حسین کو سفر کوفہ سے روکنے کی سعی کرنے والے وہ غم خوار صحابہ تھے۔ جنہیں آپ کی جان اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی وہ یہ کہہ کر روک رہے تھے کہ بخدا ہمیں اس راہ میں خطرے نظر آرہے ہیں۔ ہم کیسے اپنے دل کو سمجھائیں کہ کوفی وعدہ وفا کریں گے اور حضرت ابن عباس کی التجائیں تو بیحد دردناک ہیں وہ کہتے تھے کہ آپ کی ذات امت مرحومہ کے لئے تسکین جان ہے اگر خدانخواستہ آپ کو نقصان پہونچا تو ہمارا کیا حال ہوگا۔

ایسے غمگسار دوستوں پر یہ اتہام کتنی بڑی بدبختی ہے کہ وہ چونکہ یزید کو برسر حق سمجھتے تھے اور امام کا سفر ان کے نزدیک خروج قرار پاتا تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت حسین کو ممکنہ حد تک روکنا چاہا ——— معاذ اللہ!

آپ کے سینے کا راز جو قلم کی روشنائی نے فاش کر دیا ہے اس سے ہٹ کر آپ کے دل کی کدورت کچھ ماننے کو تیار نہیں ہے تو بغض اہل بیت کی نحوست اپنی ذات تک محدود رکھئے ——— قطعاً کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اپنے معتقدات کو زبردستی منوانے کے لئے تقدس مآب صحابہ کی ذات کو نشانۂ ستم بنائے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "**ترکت فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی** "یعنی میں تمہارے درمیان دو پرعظمت چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم ان کو ساتھ لیکر چلو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ایک کتاب اللہ دوسری اپنی آل پاک، یہ فرمان خاص اہل بیت نبوت کے لئے ہے کسی اور کے لئے نہیں۔لہذا اوروں کی بیعت سند ہو کہ نہ ہو امام عالی مقام کی بیعت، یزید کی بدکاریوں کے لئے بہرحال سند قرار پاتی۔

"**اصحابی کلهم عدول**" کے تحت بیشک صحابہ سب کے سب عادل تھے لیکن درجہ اجتہاد کو بھی سب برابر پہونچے ہوں ایسا نہیں ہے۔قصاص خون عثمان کے نام پر بڑے بڑے صحابہ سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن احساس خطا کے بعد وہ اپنے موقف سے ہٹ گئے۔ حضرت زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما جیسے عشرہ مبشرہ صحابی نے عین جنگ کی حالت میں اپنے موقف سے رجوع فرمایا،یعنی جسے حق سمجھا اس راہ میں کوئی مانع نہ ہوا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ان بزرگوں کے پیش نظر تھی "**من رای منکم منکرا فلیغیره بیده وان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه**" یعنی تم میں سے کوئی بھی جب کسی کو مرتکب گناہ پائے تو چاہئے کہ اسے بزور

روک دے، اگر اپنے اندر اتنی قوت نہ دیکھے تو زبان سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دے اور اس کا موقع بھی نہ ہو تو دل سے اس کو برا جانے، بلاشبہ یہ تینوں ایمان ہی کے درجے ہیں۔ یزید کے معاملے میں صحابہ نے اپنے اندر جیسی قوت پائی ویسا ہی انہوں نے اپنا ردعمل ظاہر کیا وہ صحابی تھے جنہوں نے عبیداللہ ابن زیاد جیسے سفاک کو اہل بیت کے ساتھ گستاخی پر برسر اجلاس ڈانٹ پلائی تھی۔ وہ صحابی ہی تھے جنہوں نے مسجد کوفہ میں حضرت امام حسین کو جھوٹا کہنے پر گورنر کوفہ کو کذاب ابن کذاب کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اور وہ بھی صحابی ہی تھے جنہوں نے یزید ابن معاویہ کو بھرے دربار میں کہا تھا، ظالم اپنی چھڑی ہٹالے رخ حسین بوسہ گاہ نبوی ہے۔

حضرت امام کے لئے عقلاً اور شرعاً کسی طرح یزید کی بیعت روا نہ تھی۔ اسی لئے آپ نے بیعت کی قیمت اپنی جان سے زیادہ لگائی۔ **من رای منکم منکر فلیغیرہ بیدہ**' ' کے اصول پر قائم رہ کر آپ فتنے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور باطل کے دفاع میں ایمان کے درجہ اولیٰ کا ایسا حق ادا فرمایا کہ کردار حسین ہمیشہ کے لئے نشان راہ بن گیا۔

تیری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو رو سیاہی

عثمانی صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کے یہ وہ جوابات ہیں جن پر کسی حرف گیری کی گنجائش نہیں ——— مؤرخانہ نقطہ نظر سے بھی ان کے اعتراضات تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

مؤرخین اسلام نے جہاں سارے حقائق قلم بند کئے ہیں وہیں اس

گوشے کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا ہے کہ حضرت امام کے علاوہ دوسرے صحابہ کا رویہ مختلف کیوں تھا۔ کسی بھی مؤرخ کا یہ کہنا نہیں ہے کہ صحابہ کی خاموشی کی وجہ یزید کا عدل یا اس کا استحقاق تھا۔

ایسا حیا سوز فریب آپ نے نہیں دیکھا تھا تو یہاں دیکھ لیجئے۔ صحابہ سے متعلق صرف بیعت یزید کا چیلنج نہیں ہے، یزید کا ساتھ دینے کا الزام بھی ان کے سرتھو پا گیا ہے۔ یعنی باضابطہ طور پر وہ یزید کی معصیت میں حصہ دار بھی تھے معاذ اللہ—— یہ بدبختی عثمانی صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا اپنے سر نہیں لے سکتا۔

اہل نظر پر مخفی نہیں کہ صحابہ حضرت علی کے بعد ہی خلافت علیٰ منہاج النبوت سے محروم ہو گئے تھے۔ اوراب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تھی لہذا بعد کے دنوں کے خطرات بڑھتے ہوئے انہیں پہلے ہی سے نظر آرہے تھے امیر معاویہ جب بیٹے کی ولی عہدی کیلئے کوشاں ہوئے تو انہیں مزید دھچکا لگا۔ اور انہوں نے اپنی سرگرمی اپنی ذات تک محدود کر دی۔

یزید کی تخت نشینی کے وقت صحابہ کا ردعمل معلوم کرنے کے لئے مقدمۂ تاریخ ابن خلدون کی یہ عبارت پوری توجہ سے پڑھئے انشاء اللہ آپ کے باقی ماندہ شبہات بھی دور ہو جائیں گے۔

''واما غير الحسين من الصحابة الذى كانوا بالحجاز و مع يزيد بالشام و العراق ومن التابعين لهم فرأون الخروج علىٰ يزيد وان كان فاسقا لا يجوز لما يشاء عنه من الهرج والدماء فاقصروا عن ذالک ولم يتابعوا الحسين ولا انكرواعليه ولا

اثموہ لا نہ مجتھدو ھوا اسرۃ المجتھدین"

یعنی حضرت امام حسین کے علاوہ بعض صحابہ جو حجاز شام اور عراق میں تھے۔ان کی رائے تھی کہ یزید اگرچہ فاسق ہے لیکن قتل وخون ریزی کے باعث اس کے خلاف اقدام صحیح نہیں ہے۔اس لئے عملاً انہوں نے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا اور امام حسین کے اقدام کے حق سے انکار بھی نہیں کیا۔اور نہ انہوں نے حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ علیہ السلام کو خطا کار ٹھہرایا کیونکہ وہ مجتھد تھے اور مجتھدوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

میرا ایک ذاتی مشاہدہ:——آخری مرحلے پر اتنا ضرور عرض کرونگا کہ یزید کی دوستی کا دم بھرنے والے دوسروں کو تو کیا کاش! وہ اپنے دل کو ہی مطمئن کر پاتے کیونکہ میرا تجربہ اس کے برعکس ہے۔عرصہ ہوا کہ میں اپنے وطن چشتی چمن پیر بیگھہ شریف میں تھا ایک دن عصر کی نماز کے بعد خانقاہ کے اندر صاحب سجادہ کی مجلس میں بیٹھ گیا۔

انہوں نے مجھ سے سوال کر دیا —— کیا معرکہ کربلا ایک اتفاقی حادثہ تھا جو چند لمحوں میں شکست وریخت کے ذریعہ ختم ہو گیا؟ میں نے دلیل کی زبان میں اس خیال کی تردید کی۔

اس وقت وہاں ایک کہنہ مشق پروفیسر صاحب موجود تھے۔مجھے علم نہیں تھا کہ یہ بزرگ خلافتِ معاویہ ویزید نامی کتاب پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور انکی محترم حضرت سید شاہ مشہود اصدق صاحب کا ذہن انہوں نے ہی مجروح کرنا چاہا ہے۔وہ مجھ سے الجھ پڑے اور بار بار اپنے دعویٰ کی دلیل میں مجھے کتاب

مذکور کے مطالعہ کا مشورہ دیتے تھے۔ حالانکہ وہ کتاب میں پڑھ چکا تھا اور اسی لئے ان کے جواب میں مجھے آسانی ہو رہی تھی۔

بحث طویل ہوتی گئی اور رفتہ رفتہ گفتگو میں تلخی آنی شروع ہوئی، اتنے میں قطب عالم حضور سیدنا خواجہ شاہ قیام اصدق چشتی قدس سرہ کے آستانے کی حاضری سے فارغ ہو کر ابی و شیخی حضرت الحاج سید شاہ بشیر الدین چشتی علیہ الرحمہ بھی وہاں تشریف لے آئے۔

چند منٹ خموش رہ کر پہلے انہوں نے گفتگو کا موضوع سمجھا اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کہ قدرے خفگی کے انداز میں فرمایا اس باب میں بحث و تکرار کیسی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہمارے لئے بس ہے۔ ''المرء مع من احب'' جو شخص جس سے محبت کرے گا روز قیامت اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ الحمد اللہ! ہمیں سرکار حسین سے محبت ہے امید ہے کہ رب بے نیاز اسی محبت کے صلے میں روز محشر ہمیں سرکار حسین کے دامن کے سائے میں پناہ دے گا۔ اس کے بعد پروفیسر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اور جناب کو یزید سے عقیدت ہے، ہم دعا کرتے ہیں کہ مالک روز حساب انہیں قیامت کے دن یزید کے ساتھ اٹھائے۔

یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پروفیسر صاحب کے چہرے کا رنگ ان جملوں کے ساتھ ہی اڑ گیا۔ اور انہوں نے لرزتے ہوئے لہجہ میں کہا شاہ صاحب! آپ میرے لئے جہنمی ہونے کی دعا کر رہے ہیں؟

یا اللہ! دو منٹ پہلے تک کتنی شد و مد سے یزید کے جنتی ہونے پر دلیلیں

پیش کر رہے تھے۔مگر جب ساتھ انجام کی باری آئی تو کتنا جلد پانسہ پلٹ گیا۔سچ ہے ہزاروں سال کی وکالت کے بعد بھی اپنا حشر کوئی یزید کے ساتھ نہیں چاہتا اور یزید کے ساتھ اپنی بے پناہ عقیدتوں کا اظہار کرنے ،اسے خلیفۂ عادل اور امیر المومنین ثابت کرنے اور پوری شدومد کے ساتھ اسے جلیل القدر تابعی قرار دینے والے بھی آج تک اپنے بچوں کا نام ''یزید'' رکھنے کی جرأت نہ کر سکے۔اور اس کے نام کی نحوست اپنے گھر میں لانے پر کوئی بھی آمادہ نہیں ہو سکا ——— جبکہ ایک نام حسین نے اپنی برکتوں کے بازو ایسے پھیلائے کہ پورے عالم اسلام میں ہر طرف حسینیوں کی بارات نظر آ رہی ہے۔اور اس کی عطر بیزیوں سے اسلامی معاشرے کی مشام جاں معطر ہے ——— ''میرے سرکار حسین!

میں تمہاری اس روش صداقت کے تصدق
پھر آ کے بچالیجئے ملاح کی صورت
پھر غم کے بھنور میں میرا دل ڈوب رہا ہے

☆☆☆

چلی سمت غیب سے اک ہوا، کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم، جسے دل کہیں وہ ہری رہی

باب دوم

بے نقاب چہرے

, + $بن ی: ی . ٹ مصنف

رشید ابن رشید کی ہفوات کا

دنداں شکن جواب

رشید ابن رشید کے حوالوں آغاز

رشید ابن رشید کا خرد ماغ مُولف صف ۱۸۷ پر لکھتا ہے۔

''سیدنا حسین حاکم مدینہ سے بیعت دوسرے دن کرنے یا لوگوں کے سامنے بلانے کا وعدہ کر کے اسی رات کو مدینہ منورہ سے امیر المومنین کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اہل بصیرت خوب سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسین کا حاکم مدنیہ سے دوسرے روز بلانے کا وعدہ فرما کر رات کو ہی مدینہ سے مکہ روانہ ہو جانا بیعت سے حقیقتاً انکار تھا۔ لہٰذا آپ کا بیعت سے انکار کر کے مکہ مکرمہ چلے جانا، حقیقت میں امیر المومنین یزید کے خلاف خروج ہی کا پہلا قدم تھا۔''

حضرت امام پر فرار ہونے کا الزام

دیکھ رہے ہیں آپ! یہ ظالم کتنی دیدہ دلیری سے یزید ابن معاویہ کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق قرار دے رہا ہے۔ امام گردوں جناب، سیدنا حسین علیٰ جدہٗ علیہ السلام کو خروج کرنے والا باغی ٹھہرا رہا ہے۔ یہ کذّاب لکھتا ہے کہ سیدنا حسین

حاکم مدنیہ سے بیعت کا وعدہ کر کے اسی رات مکہ روانہ ہو گئے ۔ کیا سمجھے آپ، ثابت یہ کرنا چاہتا ہے کہ امام حسین وعدہ خلاف بھی تھے اور دھوکہ باز بھی ۔ اور چوروں کی طرح بیعت کے ڈر سے راتوں رات بھاگ گئے خدا کی پناہ ! ایسا لگتا ہے کہ آپ کا سفری بیگ تیار رکھا تھا، اسے کاندھے پر ڈالا اور رات کے اندھیرے میں نکل گئے جب کہ تاریخی صداقت یہ ہے کہ آپ نے مع اہل وعیال اور اپنے رفقاء و احباب کو ساتھ لے کر اور کئی اونٹوں پر اسباب لادنے کے بعد علانیہ ۴ر شعبان المعظم ۶۰ھ کو بوقت صبح مدنیہ سے مکہ کو ہجرت فرمائی ۔

۲۶ر رجب ۶۰ھ کو لقوہ کے عارضہ میں بیاسی سال عمر پا کر امیر معاویہ نے رحلت فرمائی ۔ اس کے بعد ۳۴ سال کی عمر میں یزید تخت نشیں ہوا۔ تخت نشینی کے بعد تمام اعاظم صحابہ اور تابعین سے پہلے اس نے حضرت امام حسین کی بیعت کی طرف توجہ دی ۔ اور پہلی فرصت میں ولید بن عقبہ والی مدینہ کے پاس قاصد روانہ کیا کہ حضرت امیر مُعاویہ کی رحلت کی خبر مدینہ میں مشتہر ہونے سے پہلے حضرت حسین سے میری بیعت لے کر مجھے مطلع کرو۔ لہٰذا یہ دعویٰ جہل پر مبنی ہے کہ سارے اکابر صحابہ و تابعین یزید کی بیعت کر چکے تھے ۔ اور اس کی خلافت حقہّ عادلہ قائم ہو چکی تھی ۔ امام حسین نے تنہا اس کی بیعت کا انکار فرمایا۔ فرمان یزید پہونچنے کے بعد ولید بن عقبہ نے حضرت امام حسین کو گورنر ہاؤس میں طلب کیا۔ قاصد نے آپ کو گورنر ہاؤس تشریف لانے کی دعوت دی تو آپ نے آیت استرجع پڑھی ۔ حاضرین نے تعجب سے کہا، خیر تو ہے، آپ نے فرمایا، امیر معاویہ نے رحلت فرمائی ۔ یزید تخت نشیں ہوا ۔ مجھے بیعت کیلئے بلایا گیا ہے ۔ میری طلبی

کی کوئی اور وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس سے حضرت امام کی بالغ نظری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اور اس بات کا بھی کہ امراء کے یہاں بیٹھک بازی آپ کا مزاج نہ تھا۔

جب آپ روانہ ہونے لگے تو حفظ ماتقدم کے طور پر تیس ۳۰ مسلّح جوان آپ کے ہمرکاب ہو گئے۔ آپ نے انہیں ایوان کے باہر روک دیا۔ اور تنہا اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ولید بن عقبہ نے کھڑے ہو کر آپ کا خیر مقدم کیا اور تخت پر لا کر بیٹھایا، مروان نافرجام بھی موجود تھا۔ اسے گورنر کا اس طرح آپ کا احترام کرنا ناگوار ہوا۔ اور منہ بسُور کر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔

یزید کا ولید کے نام دھمکی آمیز مکتوب

امام گردوں جناب کی اس مجلس میں حضرت ولید بن عقبہ سے جو کچھ گفتگو ہوئی۔ اس کا خلاصہ اور نچوڑ حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری علیہ الرحمہ اس طرح لکھتے ہیں۔

> ''ولید بن عقبہ نے یزید کو صاف صاف لکھدیا کہ امام حسین نہ تجھ سے بیعت فرمانا چاہتے ہیں، نہ تیری خلافت پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ یزید نے اس جواب پر غضب ناک ہو کر حضرت ولید کو دوسرا نامہ بھیجا جس میں یہ مضمون تھا کہ تو ان سے بیعت لے اور اگر انکار کریں تو قتل کر کے ان کا سر یہاں بھیج دے۔ تاکہ ہماری عنایت تجھ پر بدستور رہے گی ورنہ تو بھی سلطنت سے اپنے کو معزول سمجھ۔

ولید نے یہ نامہ دیکھ کر لاحول پڑھی۔اور کہا کہ یہ تو
معمولی سلطنت ہے۔اگر ربع مسکوں بھی مجھے دے تو میں قتل
شہزادہ حسین کے لئے تیار نہیں۔اور یہ تو محض معزولی ہے۔
اگر کوئی تکلیف بھی پہونچے تو گوارا کروں گا مگر اس کام کے
لئے ہرگز تیار نہ ہوں گا۔ چنانچہ نامہ یزید بعینہ ولید نے
خدمت امام میں بھیج دیا،، (اوراق غم ص ۲۳۱)

ایک نہایت متدّین عالم دین کی کتاب کا یہ حوالہ پڑھ لیا آپ نے ایک ہزار سال کی تمام مستند تواریخ نے یہی لکھا ہے جو اوپر کی سطروں میں آپ نے پڑھا ۔مروان بدانجام نے یزید کی رائے قتل حسین کی پرزور تائید کی تھی۔جس پر حضرت ولید سے کافی بک جھک ہوئی۔اورانہوں نے یزید اور مروان دونوں کے ارادہ بد پر سخت ملامت فرمائی ذرا اس نکتے پر غور فرمایئے کہ وہ زمانہ اونٹوں پر سفر کرنے کا تھا۔دمشق سے مدینہ قاصد کے آنے جانے میں کتنا وقت لگا ہوگا۔اس وقت تک امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اور رشید بن رشید کے ناہنجار مؤلف نے لکھا ہے کہ ''راتوں رات حسین مکہ بھاگ گئے۔

حضرت امام کو ڈرانے اور تفرقہ سے روکنے کا الزام

جو شخص امام برحق پر خروج کرے،جس پر جماعت
نے اتفاق کرلیا ہو۔وہ خارجی کہلائے گا چاہے یہ خروج
صحابہ کرام کے دور میں آیا ہوا ئمہ راشدین پر ہو۔چاہے ان

کے بعد تابعین پر جب سیدنا معاویہ کی وفات پر دارالحکومت دمشق میں مسلمان قوم کے کرتا دھرتا بزرگوں نے امیر یزید سے خلافت کی بیعت کر کے فیصلہ فرما دیا۔

پھر آنحضور سے فیض یافتہ اُس وقت کے بزرگ اور محترم ہستیوں سیدنا عبداللہ بن عباس سیدنا عبداللہ بن عمر ۔سیدنا عبداللہ بن جعفر۔آنحضور کے پروردہ،سیدنا علی کے داماد،سیدنا حسین کے بہنوئی اور سیدنا علی کے لائق فرزند محمد بن حنفیہ اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یزید کے لئے خلافت کی بیعت کر کے اس فیصلے پر مہر ثبت کر دی۔

اور سیدنا علی کے قول کے مطابق ،،توبہ و بازگشت،، کے لئے کہہ کر اپنا فرض پورا کرتے ہوئے حد سے سمجھایا۔خدا سے ڈرایا۔تفرقہ ڈالنے سے روکا۔لیکن سیدنا حسین پر کوئی اثر نہ ہوا سیدنا حسین مدینہ منورہ میں امیر یزید کی بیعت سے گڑ بڑ کر کے مکہ مکرمہ آ کر حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے لگا تار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے

(رشید ابن رشید ص ۳۳۰،۳۲۹)

دیکھ رہے ہیں آپ!اس شاتم اہل بیت خارجی کا انداز تحریر اسلام میں سب سے پہلے رافضی اور خارجی ان ہی دو فرقوں کا ظہور ہوا۔سیدنا علی مرتضیٰ اکرم

اللہ وجہہ کی محبت میں غلو کرنے والے اور اصحاب رسول پر اتہام تراشنے والے رافضی کہلائے۔اور معاذ اللہ! آپ کی تکفیر کرنے والے اور اہل بیت اطہار سے دشمنی رکھنے والے خارجی قرار پائے یہ بدنہاد دشمن اہل بیت، سرکار امام حسین کو خارجی لکھ رہا ہے۔

یزید کی خلافت اور اس کی بیعت پر باب اول میں تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں شام میں گنے چنے صحابہ تھے اور وہ سب یزید کی گرفت میں تھے۔تمام ارباب حل وعقد صحابہ کرام مکہ یا مدینہ میں تھے۔ اوران سب پر امام حسین کو یزید نے مقدم گردانا تھا۔اس لئے یزید کی خلافت حقہ عادلہ قائم ہو جانے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔اس وقت تک شام سے باہر حضرت امیر معاویہ کے رحلت کی خبر نہیں پہونچی تھی حضرت امام کی طلبی ہوئی تو آپ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور قیاس سے امیر کی وفات کا علم ہوا۔

حضرت محمد بن حنفیہ، فرزند علی تو تھے مگر اولا د رسول نہیں تھے۔اپنی غرض سے ان کا نام احترام کے ساتھ لے رہا ہے اور حضرت امام کے نام کے ساتھ لفظ ،سیدنا ،عوام میں خلفشار کے ڈر سے جبراً لگا رہا ہے۔ثبوت کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں کتاب مذکور کے اسی صفحہ پر لکھا ہے۔

''اپنا فرض پورا کرتے ہوئے حد سے سمجھایا۔خدا سے ڈرایا۔تفرقہ ڈالنے سے روکا،،

گویا امام حسین کوئی طفل ناداں تھے جنہیں لوگوں نے سمجھایا، نا خدا ترس دنیادار تھے،اس لئے خدا سے ڈرایا۔دہشت گرد اور فسادی تھے،لہٰذا لوگوں

نے تفرقہ ڈالنے سے روکا۔معاذ اللہ! میں تو ان جملوں کو پڑھنے کے بعد تردّد میں پڑ گیا کہ آخر اُس پر قہر الٰہی ٹوٹنے میں دیر کیوں ہوئی۔امام حسین کو اتنے جرائم کا مرتکب جو شخص جانتا ہو وہ ظالم ان کے نام کے ساتھ سیدنا کیوں لکھ رہا ہے۔کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت باقی ہے۔آگے اس کا گستاخ قلم لکھتا ہے۔

''سیدنا حسین مدینہ منورہ میں امیر یزید کی بیعت سے گڑ بڑ کر کے مکہ مکرمہ آکر حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے لگا تار چار ۴/ ماہ تک پروگرام بناتے رہے،،

اُردو اس کی کیسی کچھ بھی ہے۔اس سے صرف نظر۔یہ ستمگر سرکار امام حسین کو کس رنگ و روپ میں پیش کرنا چاہتا ہے یہ دیکھا آپ نے! سیاسی توڑ جوڑ کرنے والا مکار سیاست داں۔اپنا الّو سیدھا کرنے کے لئے الٹ پھیر کرنے والا سیاسی بازی گر ثابت کرنا چاہتا ہے۔ذرا اس جملے کا تیکھا تیور تو دیکھئے،،امیر یزید کی بیعت سے گڑ بڑ کر کے،،خدا کی پناہ! امام گردوں جناب کو ایک چال باز کے روپ میں دکھانا چاہتا ہے۔

قسم ہے آپ کو جلال خداوندی کی! ایسے زہر میں بجھے ہوئے جملوں کی مار، صرف سواد اعظم اہل سنت جھیل رہے ہیں۔چاہے وہ مسند نشینان خانقاہ ہوں۔یا محراب و منبر کو زینت بخشنے والے ائمہ مساجد یا مدارس دینیہ کی درس گاہ سے شمع علم فروزاں کرنے والے علماء ہوں۔یا پھر حُبّ اہل بیت سے سینہ سرشار رکھنے والے عوام اہل سُنّت باقی کسی کے دلِ سُوزاں سے دُھواں اٹھتا ہوا آپ نہیں دیکھیں گے۔

رشید ابن رشید کی بکواس کا ایک طویل حوالہ

ندوی ، دیوبندی، تبلیغی، جماعت اسلامی، وہابی، غیر مقلد، اور خارجی سبھوں کے دلوں میں اہل بیت کی طرف سے کھوٹ پیدا ہو چکا ہے۔ باب اول میں آپ ان سب کا چہرا دیکھ چکے ہیں فرق بس اتنا ہے کے کوئی طبعاً شریف ہے تو زبان پر قابو رکھتا ہے۔ کوئی فطرتاً رذیل ہے وہ جارحانہ زبان وقلم استعمال کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسین نے دین حق کو بچانے اور ظالم حاکم کے خلاف جہاد کے طور پر یہ قدم اٹھایا تھا۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ جسے آج تک کسی نے ثابت نہیں کیا۔ اور بغیر سوُ نچے سمجھے اس خیال کا چرچا کیا جا رہا ہے کہ آپ کی شہادت ہی سے اسلام زندہ ہُوا۔ کیا اس خیال کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ

جب کوفیوں کا فریب حق الیقین بن کر سیدنا حسین کے سامنے آ گیا۔ تو انہوں نے مایوس ہو کر کربلا سے واپسی کی اجازت چاہی تو اس وقت کیا دین حق کو بچا لیا گیا تھا۔ کیا مایوس ہو کر ناکام واپس ہونے کی خواہش سے دین حق کی حفاظت کا فریضہ پورا ہو گیا تھا؟ اور اس واپسی سے اسلام بھی زندہ ہو چکا تھا۔

اور بقول سبائیوں کے دین حق میں جو خرابیاں پیدا
ہو چکی تھیں، وہ رفع ہو گئی تھیں جو آپ نے واپسی کا قصد کیا۔
اور کیا مفروضہ ظالم کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ وہ مشن جو
آپ مکہ مکرمہ سے لے کر نکلے تھے، پورا ہو گیا تھا۔ اور دین
حق کی مخالفت کرنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ جو آپ
واپس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔

(رشید ابن رشید، ص ۳۹۸)

ہمارے معزز قارئین نے مذکورہ بالا حوالے کی عبارت کو بغور پڑھنے کے بعد بخوبی یہ اندازہ کر لیا ہوگا کہ کتاب مذکور کا تنگ نظر مؤلف حضرت امام کو ایک مطلب پرست دنیادار شخص کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اُسی معیار سے گفتگو کر رہا ہے اس مریض دل کو کون سمجھائے کہ یہ جہاد کی مہم نہیں تھی، میدان جہاد میں عورتوں اور بچوں کا کیا کام۔ اس دین فروش کا یہ جملہ بھی آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں،، مکہ مکرمہ آ کر حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے لگاتار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے،، خدا کی پناہ یہ کتنی بیہودہ جسارت ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ امام عالی مقام مدنیہ پاک سے مکہ شریف آنے کے بعد چار ماہ تک کنج عبادت میں مشغول رہے۔ یا حرم شریف میں معتکف رہے۔ یہ فریبی آپ کو ایک مفاد پرست، سازش رچنے والا عاصی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے منہ میں خاک، اس کی قبر میں آگ۔ قیام مکہ کے زمانے میں آپ اپنی عبادت میں تھوڑی سی تخفیف اس وقت کرتے جب دروازے پر عقیدت مندوں

کی بھیڑ جمع رہتی اور وہ رحمت بھرے دو بول کے مشتاق ہوتے۔

خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم

خارجیت کیا ہے۔ان دونوں کتابوں کو پڑھنے کے بعد میں نے جانا۔ خاندان رسالت کو اس طرح مجروح کرنے کی سعی کی ہے کہ الاامان والحفیظ۔امام کے عہد کے بہت سے لوگوں کو حضرت امام سے اونچا دکھانے کی کوشش کی ہے جب کہ حضرت علی مرتضیٰ اور سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد روئے زمین پر امام تشنہ کام سے افضل کوئی نہ تھا شقاوت قلبی کی انتہا یہ ہے کہ پنجتن پاک کو اہل بیت کے زمرے سے خارج بتایا اور اسی کتاب میں حسنین کریمین کو غیر صحابی لکھتا ہے۔

عہد فاروقی میں ایک بار ڈھیر سا مال غنیمت آیا۔حضرت فاروق اعظم اس کی تقسیم فرمارہے تھے۔اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر کو جب حصہ عنایت فرمایا تو انھوں نے عرض کیا ، حضرت حسین جن دنوں مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔میں اس وقت بیس ۲۰؍سال کی عمر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔حضرت حسین کو مجھ سے دوگنا حصہ عطاً کیا گیا۔

فاروق اعظم نے بیٹے کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھ کر فرمایا۔حضرت حسین کے نانا، سلطان دارین، مالک کونین اور ہادی انس وجان ہیں۔اور تیرے نانا ایسے نہیں۔ان کی نانی، پہلی مسلمہ اور پشت پناہ پیغمبر تھیں۔اور تیری نانی ایسی نہیں۔ان کی ماں، بنت رسول دو جہاں اور سیّدہ نساء العلمین ہیں۔اور تیری ماں، ایسی نہیں۔جو کچھ بھی لوگوں کو مل رہا ہے۔ان ہی کے نانا کا صدقہ ہے۔

یہ خارجی دل جلا لکھتا ہے کہ نسبت رسالت کوئی چیز نہیں۔خاندان نبوی

سے ہونا کسی کے لئے باعث شرف نہیں اور عباسی کوتاہ قد لکھتا ہے ''سب افراد ملّت کے حقوق یکساں ہیں۔ایک کو دوسرے پر نسبتاً کوئی فضیلت نہیں''

اب کوئی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ہمیں بتائے کہ حضرت فاروق اعظم کا عمل خلاف شرع تھا اور انھوں نے اپنے بیٹے کی حق تلفی کی تھی ۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ خوارج بغض اہل بیت میں قرآن وحدیث سب بھول بیٹھے ہیں۔عظمت اہل بیت سے متعلق اکابر واسلاف میں سے کسی کا بھی قول وعمل ان کے نزدیک قابل اعتنا نہیں ہے اور کسی کے قول سے بھی شان خاندان مرتضوی پر ادنیٰ سی بھی آنچ آئے تو اس پر سو جان سے نثار نظر آتے ہیں۔

خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے

حوالے کا پیراگراف، جو اوپر مذکور ہوا اس میں حضرت امام کے لئے ''مایوس ہوکر'' ناکام ہوکر،، کا جملہ مزہ لیکر مکرر لکھا گیا ہے۔ان مسخروں کو کون بتائے کے یزید جنگ جیت کر حکومت کی تلخی سے آج تک کراہ رہا ہے،اور سرکار امام حسین کے قطرہ خون کی عظمت آج بھی گھر گھر دیکھی جارہی ہے۔حضرت امام کے قصد واپسی کے وقت تو مفروضہ ظالم نیست ونابود نہیں ہوا تھا۔لیکن شہادت امام کے بعد دوسال کے اندر ایک کرب ناک مرض میں مبتلا ہوکر واصل جہنم ہوا۔اور ایسا بدنام زمانہ ہوا کے بقول عامر عثمانی ''شیطان کا مترادف بن کر رہ گیا۔''

مسلمانوں میں ایسی عام بیزاری پیدا ہوئی کے شرق وغرب میں کوئی اس کا نام لینے والا نہ رہا،خود یزید کو بستر مرگ پر اپنی اس ناکامی کا احساس تھا۔اس کی آل میں حکومت نہ رہی اس کے خاندان کا شرف باقی نہ رہا۔حتیٰ کے خود خارجی

اپنی اولاد کا نام،، یزید،، رکھنے پر آمادہ نہیں۔ تاریخ میں یزید نام ملتا ہے لیکن یزید بن معاویہ کے بعد یہ نام معتوب ہوگیا۔ مولانا محمد علی جوہر کہتے ہیں ۔

قتل حُسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

میں صدقے جاؤں سرکار امام حسین کے۔ آپ نے اتمام حجت کی کوئی راہ باقی نہیں رکھی۔ واپسی کی خواہش کا اظہار جان بچانے کے لئے نہیں تھا۔ آپ مشیت کے فیصلے پر راضی تھے۔ یہ صرف اور صرف اتمام حجت کے لئے تھا۔ کل ہو کر کوئی یہ نہ کہے کہ امام حسین ہمیں کوئی بچ نکلنے کی راہ دیکھاتے تو ہمارے ہاتھ خون حسین سے رنگین نہ ہوتے۔ میدان محشر میں کوئی یزیدی اور خارجی کسی عذر کا سہارا لے کر کھڑا نہ ہو سکے گا۔

میدان جنگ میں بھی مقابلے پر آنے سے پہلے جو آپ نے یہ تقریر کی کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں نور دیدۂ مصطفٰے اور جگر گوشۂ مرتضٰی ہوں۔ میں آل رسول اور فرزند بتول ہوں۔ اور اس وقت روئے زمین پر اس امت میں مجھ سے افضل کوئی نہیں۔ یہ تقریر گردن خلاصی کے لئے نہیں تھی۔ اتمام حجت ہی کے لئے تھی۔ یزیدی فوجیوں میں بہت سارے وہ لوگ تھے جنہیں یہ کہہ کر بھیجا گیا تھا کہ ایک باغی سے جنگ درپیش ہے۔ ان کو آپ کا حسب ونسب اور مقام ومرتبہ معلوم نہ تھا۔

آپ کی شہادت تو مقدر تھی۔ اور تقدیر کے ان ہیٹوں کی بربادی بھی رب کی مشیت تھی۔ مگر آپ کی تقریر سے اتنا تو ہوا کہ فوجیوں کی ایک جماعت

اشکبار ہو گئی اور اسلحہ پھینک کر جنگ سے دامن کش رہی۔ ورنہ کل ہو کر وہ کہہ سکتے تھے، خدایا! ہمیں نہیں معلوم تھا کے میدان جنگ میں سر بکف تیرے محبوب پیغمبر کا پیارا نواسہ کھڑا ہے۔ اگر ہمیں کوئی بتا تا تو ہم تیرے قہر کو دعوت نہ دیتے۔ لیکن ان صداقتوں کو معلوم کرنے کے لئے آنکھوں کی بینائی ہی کافی نہیں ہے۔ قلب میں ایمان کی روشنی کا ہونا بھی ضروری ہے۔

حضرت امام پر فخر و غرور کا اتہام

''حضرت حسین نے کسی کی بات نہ سنی اور بے شمار درخواستوں کو فخر یہ دکھانے لگے جوان کے پاس کوفہ سے آئی تھیں۔ ان کی نسبت خوش ہو ہو کر کہتے کے وہ دو اونٹ کا بوجھ ہے'' (رشید ابن رشید ص ۲۳۷)

یہ پوری عبارت پھوہڑ۔ اور کسی پھوہڑ شخص کی بڑ ہے،، فخریہ دکھانے لگے،، اور خوش ہو ہو کر کہتے،، ان جملوں سے مؤلف کی سفاہت واضح ہے۔ اس کے دل کا غبار نمایاں ہے۔ امام کی عظمت کو جو پہچانتا ہے اسے یہ جاننے میں دیر نہ لگے گی کہ تاریخی حقائق کو منہ چڑا کر اپنے دل کا بخار نکالنے کے لئے اس خارجی نے قرطاس وقلم کا سہارا لیا ہے۔

اوائل سے ابتک کے سارے تذکرہ نگاروں نے ڈیڑھ سو خطوط کا ذکر کیا ہے۔ جو بے شمار نہیں کہے جائیں گے اور وہ ایک بستے میں سما سکتے تھے۔ جن کو ایک قلی کا بوجھ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت امام کی طرف ایسے جھوٹ کا انتساب کرنے

والا شیطان کا پروردہ ہی ہوسکتا ہے۔آپ کے احباب خاص کوفیوں کی بے وفائی کے سبب آپکو کوفہ کے سفر سے باز رکھنے کی کوشش کرتے۔اس وقت آپ ان خطوط کا ذکر فرماتے اور کہتے کے یہ سارے خطوط جھوٹ کا پلندہ ہیں یہ صرف گمان و قیاس عہدہ براٗ ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ان کے محرّرین فریبی ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس شرعی دلیل کیا ہے۔امت کی کشتی اگر ضلالت کے منجھدھار میں ڈوب رہی ہوتو ان کے بغیر پکارے بھی اہل حق پر اس کے بچاؤ کی سعی کرنا فرض ہے آپ کا یہی وہ اجتہاد تھا جس نے آپ کو سفر کوفہ پر امادہ کیا۔

میری جسارت آپ معاف فرمائیں تو میں عرض کروں کہ حضرت امام عالی مقام پر اپنے احباب کا مشورہ ماننا نہ واجب تھا۔اور نہ آپ کے تمام احباب کو آپ کے ساتھ جانا ضروری تھا۔ جسے دعوت دی جارہی تھی اسے احقاق حق کی خاطر اپنے لواحقین اور سامان ضروریہ کے ساتھ جانا وقت اور ضرورت کا اہم تقاضا تھا۔ یہ کسی معرکہ جہاد کا اعلان نہ تھا کہ فلاں نہیں گئے اور فلاں نہیں گئے کا الزام عائد کیا جائے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بیعت یزید کے معاملے میں سارے اصحاب کی ایک رائے کیوں نہیں تھی یا تمام اصحاب حضرت امام کی رائے کے ساتھ کیوں نہ تھے۔اس پر باب اول میں تفصیلی گفتگو میں کر چکا ہوں۔ پھر بھی آپ کا حافظہ تازہ کرنے کے لئے چند جملوں کا اعادہ ضروری سمجھتا ہوں۔لیکن اس سے پہلے میری ایک بات نظر میں ضرور رکھئے۔ یہ خارجی جہال جو ارباب حل وعقد مجتہدین کا مقام ومرتبہ نہیں پہچانتے،وہ سبھوں کو ایک ڈگر پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں مصلحین کی تین

جماعت بنائی ہے اور ہر ایک کا کام اور مقام بھی متعین فرما دیا ہے۔فرماتے ہیں (۱) تم میں کوئی اگر کسی کو حرکات شنیعہ اور منہیاتِ شرعیہّ میں مبتلا پائے تو اسے چاہئے کہ اپنے زور بازو سے روک دے (۲) اور اگر اپنے اندر قوت بازو سے روک دینے کی صلاحیت نہ پائے تو اپنی زبان سے منع کرے (۳) اور اگر اس کے سامنے زباں کھولنے کی بھی اپنے اندر جرأت نہ پائے تو دل سے اس کو بُرا ضرور جانے۔**وھٰذا اَضعَفُ الا یمان**''

حضرت امیر معاویہ کی رحلت سے لے کر حضرت امام حُسین کی شہادت تک معتمد مؤرخین کی تمام تاریخی کتب کھنگال ڈالئے۔ارض حجاز سے ملک شام تک سارے صحابہ کرام مسئلہ یزید پر ان ہی تین گروپ میں بٹے ہوئے ملیں گے۔ان میں حضرت امام حُسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا بزور شمشیر کلمہ حق کہنا۔حضرت زید بن ارقم ،حضرت عثمان بن حنیف اور حضرت سمرہ ابن جندب کا سر عام یزید اور ابن زیاد کو ڈانٹ پلانا اور جملہ اصحاب رسول کا دل سے بیزار رہنا، تاریخی صداقت ہے۔ان تمام میں حضرت امام حُسین علیٰ جدہ علیہ السلام کا سالار کارواں بنے رہنا،ان کے خاندانی عظمت کا نشان ہے۔

علی کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ اس گھر کا ہر بچہ
جہاں پیدا ہوا ،شیر خدا معلوم ہوتا ہے

حضرت امام کو غیر صحابی ثابت کرنے کی کوشش

حضرت حُسین تو آنحضور کے سفرِ عقبیٰ کے وقت پانچ سال کے معصوم بچے تھے۔ان کو صحابی کہنا محض غلط ہے۔

(رشید ابن رشید، ص ۱۵٦)

حضرت فاطمہ کی شادی کے بعد غزوہ احد ہونا بھی بعض روایات سے ثابت ہے۔اس اعتبار سے حضرت حَسن وحُسین رسولُ اللہ کی وفات کے وقت چار اور تین سال کے ہوتے ہیں۔(خلافت معاویہ ص ۱۰۹)

دو دشمن اہل بیت اس بات کی کوشش میں ہیں کے حضرات حسنین کریمین کا کسی طرح بھی صحابی نہ ہونا ثابت ہو جائے۔اس کے لئے بہترین صُورت یہ نکالی گئی کے عمر کی چوری کی جائے۔اس کے لئے پہلے مؤلف نے حضرت امام کی عمر میں تین سال کی چوری کی دوسرے نے سونچا کی اس سے کام نہ چلے گا۔چار سال کی عمر میں بچہ بسم اللہ خوانی کے مکتب میں بیٹھ جاتا ہے لہذا سنِ شعور ثابت ہو جائے گا۔چنانچہ اس نے پانچ سال کی چوری کر لی۔اور حضرت امام عالی مقام کی عمر گھٹا کر صرف تین سال کر دی۔

عوام کو ورغلانا مقصود ہے۔وہ بیچارے کیا جانتے ہیں کے ان بزرگوں کی تاریخ اور سن ولادت کیا ہے۔اس اعتبار اور اُس اعتبار کی ضرورت ہی نہ تھی اگر معلوم نہ تھا تو اپنے امام، تقی الدین ابن تیمیہ سے پوچھ کر لکھ دیتے۔مگر اس

سے بھی ان دشمنوں کا کام نہ چلتا۔اس لئے کہ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ نے ان بزرگوں کی عمر لکھنے میں چوری نہیں کی ہے۔اوران کی صحابیت کا بھی انکار نہیں کیا ہے۔موصوف اپنی کتاب منہاج السنّت ،ص ۱۴۳ پر رقم طراز ہیں۔

''حافظ عبدالغنی مقدمئی نے کہا ہے کے امام حسن ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔صحیح قول یہی ہے اور امام حسین ۵؍شعبان المعظم ۴ھ میں پیدا ہوئے۔''

(جلداول عربی سے ترجمہ)

اس وضاحت کے بعد کوئی تردد باقی نہیں رہتا۔ ہر اردوخواں وصال نبوی تک انگلیوں پہ شمار کر کے امامین کریمین کی عمریں معلوم کرسکتا ہے۔اور یہ بھی جان سکتا ہے کے آپ سن تمیز کو پہونچے تھے یا نہیں۔۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں رحمت عالم ﷺ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔حضرت امام حسن کی نو ۹ سال اور حضرت امام حسین کی اٹھ ۸ سال عمر تھی۔دونوں بلاشبہ سن تمیز میں تھے۔دنوں کو نانا جان کی باتیں اور آپ کی ادائیں یاد تھیں۔

جتنی بھی اپنے مطلب کی باتیں تھیں وہ سب عباسی کو علامہ ابن تیمیہ کی کتابوں میں مل گئیں۔جنہیں اُس نے فخر کے ساتھ حوالے میں پیش کیں۔لیکن عمر شریف کی وضاحت نہیں ملی۔اس لئے کہ اس سے اس کا کام نہیں چل رہا تھا اُسے تو دونوں اماموں کو دودھ پیتا بچہ ثابت کرنا تھا۔تا کہ ان کے اوصاف میں ایک قیمتی اعزاز صحابی ہونے کا کم ہُو جاَئے۔

منہاج السنہ کا ایک قیمتی حوالہ

اب علامہ تقی الدین ابن تیمیہ کی ایک چشم کشا تحریر پڑھیئے۔ وہی ابن تیمیہ، جنہیں عباسی اپنا ہمنوا جانتا ہے جن کے نام کے ساتھ لفظ ''امام'' لکھ کر عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ اور قدم قدم پر جن کی کتابوں کا فخراً حوالہ پیش کرتا ہے وہ حسنین کریمین کے سن تمیز اور روایت حدیث کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ بات عباسی کے حلق سے اترنے والی نہ تھی اس لئے اسے نظر بھی نہیں آئی۔ وہ لکھتے ہیں۔

وَامّا الحسَنُ والحُسینُ فماتَ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلم وھُما صغیران فی سنِ التّمیز فَروَا یتھمَا عَنِ النبی صَلیّ اللہ علیہ وَآلہٖ وَسلّم قلِیلاً''
(منہاج السنّہ جلد اول ص ۱۳۰)

اور اگرچہ حسن اور حسین نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت چھوٹے تھے مگر ان کا سن، سن تمیز تھا۔ اور ان دونوں سے حدیثیں بھی مروی ہیں۔ جن کی تعداد تھوڑی ہے۔

کہاں ہیں خارجی بے دین، انہیں اپنے امام کی یہ تحریر کیوں نظر نہیں آئی۔ صرف اس لئے کہ ان کے مطلب کی نہ تھی۔ واضح رہے کہ گھر کے بچے اور باہر کے بچوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ باہری بچہ مجلس یا مسجد میں کسی بزرگ کو صرف دیکھ لیتا ہے۔ کوئی بات سنتا بھی ہے تو اُسے مستحضر نہیں رکھتا۔ لیکن گھر کا بچہ پاس میں بیٹھتا

ہے۔ پہلو سے چمٹا رہتا ہے۔ اپنے بزرگوں کی باتیں بار بار سنتا ہے اور انہیں یاد کر لیتا ہے۔ میں نے اپنے دادا پیر علیہ الرحمہ کو سات سال کی عمر میں دیکھا تھا، فیض صحبت میں رہا تھا۔ ان کی باتیں اور ادائیں سب اب تک یاد ہیں۔ لھٰذا حسنین کریمین کی عمر کے دوسرے بچوں کو آپ کا مقام و مرتبہ حاصل ہونا ناممکن ہے۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ کو وہ بات بھی پہو نچادوں، جو عوام تو کیا، علماء نے بھی کم سُنی ہوگی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرش گیتی پہ ظل افگن تھے۔ تو یزید ماں کے پیٹ میں بھی نہیں، بلکہ کہیں اور تھا۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بیس سال بعد ڈرتے ڈرتے دنیا میں آیا اور مرنے کے ایک ہزار سال بعد کچھ خارجیوں کی مدد سے صحابی بن گیا۔ یہ ہیں عباسی اور اس کے پرکھوں کے گورکھ دھندے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد امام محمد رضی اللہ عنہ نے یزید کے معاملے میں سکوت فرمایا ہے۔ کفّ ِلسان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کا کفر واضح نہیں تھا۔ تو اس کا ایمان بھی مُسلّم نہیں تھا۔ اگر ایمان کا پہلو غیر یقینی نہ ہوتا تو سکوت نہ فرماتے۔ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کھلے لفظوں میں یزید کی تکفیر فرمائی ہے اور اس پر لعنت جائز قرار دیا ہے۔

اس داغ کو مٹانے کے لئے ابوبکر ابن العربی نے اختراعات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی طرف ایسے ایسے اقوال منسوب کئے۔ جسے پڑھنے کے بعد عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اور ان ضمیر فروش خارجیوں کے دین و دیانت پر ماتم کرنا پڑتا ہے۔

شہید ابن شہید کی ایک اہم عبارت

پہلے چند جملے حضرت صائم چشتی کے شہید ابن شہید سے ملاحظہ فرمالیجئے پھر اصل کتاب کی عبارت پیش کروں گا۔

> عباسی کے امام دوم ابوبکر ابن العربی جن کا نام آپ گزشتہ صفحات میں کئی بار پڑھ چکے ہیں۔ یزید کی امارت کو بزعم خویش، خلافت حقہ تسلیم کرانے کے بعد اسے صحابی بھی تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کیا ہے۔ اس کے بعد تابعین کا ذکر شروع کیا ہے۔ (شہید ابن شہید ص ۳۲۱)

عبّاسی کے امام اوّل، تقی الدین ابن تیمیہ ہیں۔ اور یہ ابوبکر ابن العربی امام دوم ہیں۔ لیکن یہ زیادہ بڑے مفتری اور کذاب ہیں۔ جو جسارت ابن تیمیہ نہ کر سکے۔ وہ یہ کر گذرے۔ اصل میں انسان جب بندہ زر بن جاتا ہے تو پھر اسے بندہ رب بننا بہت بھاری پڑتا ہے۔ وہ شیطان کی شاگردی میں آکر اپنے علم شیطانی سے ہر وہ مصرف لیتا ہے۔ جس سے دنیا سنورنے کی امید نظر آتی ہے۔ اس وقت نہ خوفِ خدا پیش نظر ہوتا ہے۔ نہ اسے ملامت خلق کی پرواہ ہوتی ہے۔ ان ہی لوگوں کو علماء سوٗ کہا گیا۔ ابوبکر ابن العربی کی کتاب سے مناقب یزید کا یہ آخری حصہ نذر قارئین ہے۔

ابوبکر ابن العربی کی خیانت

حتی یدخله فی جملة الزهادمن الصحابة والتابعین الذی یقتدی بقولهم ویرعوی من وعظهم ونعم وما ادخله الافی جملة الصحابة قبل ان یخرج الیٰ ذکر التابعین ،،

(العواصم من القواصم ص۲۳۳)

ترجمہ :-حتّٰی کے امام احمد بن حنبل نے یزید کو ان زہاّد صحابہ اور تابعین میں شمار کیا ہے۔جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔اور جن کے وعظ کی برکت سے لوگ گناہوں سے باز آرجاتے ہیں اور ہاں، امام احمد بن حنبل نے یزید کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد تابعین کا ذکر ہے۔،،

الٰہی ! ماجرا کیا ہے۔ایک طرف حضرت امام احمد بن حنبل کا یزید کے خلاف فتویٰ کفر ہے۔اور دوسری طرف ابن العربی کی یہ عبارت۔ہم کدھر جائیں اور کیا کریں۔آپ کو یہ ان کہی سن کر کچھ تعجب ہوا یا نہیں۔اگر نہیں تو آپ تاریخ سے نابلد ہیں۔اتنا تو تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے۔کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت کے وقت ۶۰ھ میں یزید کی عمر ۳۳ سال تھی۔اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت ایات کو پورے پچاس سال گزر چکے تھے۔پھر یہ نافرجام کود کر زہاّد صحابہ کی صف میں کیسے پہونچ گیا۔اب ایک

دھماکہ خیز خبر سننے کے لئے اپنے حواس یکجا کر لیجے۔ جی ہاں! طمع دنیا کی خاطر علم ودیانت کا خون اس طرح بھی ہوتا ہے۔ ایک بار حضرت امام احمد بن حنبل نے خطبہ جمعہ میں یزید کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے انہیں زہاّد صحابہ میں بے شک شمار کیا تھا۔ لیکن یہ یزید بن معاویہ نہ تھا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان تھے۔ جو اپنے بھائی امیر معاویہ اور اپنے باپ ابوسفیان سے بدرجہا بہتر تھے۔ اور زہاد صحابہ میں بلند مقام رکھتے تھے۔

یزید سے متعلق ابن تیمیہ کی حق بیانی

خبردار! اس غلط فہمی میں نہ پڑئے گا کہ عباسی نے یا ابن العربی نے نا سمجھی میں دھوکہ کھایا۔ بلکہ اس عیاّر نے بالقصد یزید بن ابی سفیان کو یزید بن معاویہ بنادیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل جیسی عبقری شخصیت سے ایسی خطاء کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ اب لگے ہاتھوں خارجیوں کے سرپرست اعلیٰ کی ایک بے غبار تحریر نذر قارئین ہے۔ تاکہ کسی خارجی کو قیل وقال کی گنجائش نہ رہے۔ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ اپنی مشہور تصنیف منہاج السنّت میں رقم طراز ہیں۔

> یزید بن ابوسفیان، شام کو فتح کرنے والے امراء میں سے ایک ہیں۔ اور بہترین صحابہ میں تھے۔ وہ صالح شخص تھے۔ اور اپنے بھائی،، امیر معاویہ،، اور اپنے باپ،، ابوسفیان،، سے افضل تھے۔ اور وہ یزید بن معاویہ نہیں۔ جو

امیر معاویہ کے بعد ان کا ولی عہد ہوا کیوں کہ یہ حضرت عثمان
کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اور ہرگز صحابہ سے نہیں تھا۔
چونکہ اس کا نام اپنے چچا کے نام پر تھا، لہذا جاہلوں کے ٹولے
نے یہ گمان کرلیا کے یہ،، یزید،، صحابہ سے ہے۔
(جلد چہارم ص۱۷۹ عربی سے ترجمہ)

یہ کیسا ستم ہے کہ جو خانوادہ نبوت میں پیدا ہوا۔ آغوش فاطمہ میں کھیلا، دوش پیغمبر پر سواری کی۔ مسجد نبوی میں رسُول اعظم کے پہلو میں بیٹھا۔ نبی رحمت کو جلوت وخلوت میں بار بار دیکھا۔ صرف دیکھا ہی نہیں ساتھ کھایا، ساتھ سویا۔ کبھی صحابہ کی مجلس میں، اور کبھی اہل خانہ کے درمیان دو چار ماہ نہیں، مسلسل آٹھ سالوں تک پیارے نانا جان کی، پیاری پیاری باتیں سنتا رہا۔ اور سناتا رہا۔ اسے غیر صحابی ثابت کرنے کے لئے سارے جتن کئے جا رہے ہیں۔

اور یہ کیسا اندھیر ہے کہ جو عہد رسالت کے بیس ۲۰ سال بعد میسون بنت نجدل کلبیہ کے پیٹ سے شام میں پیدا ہوا۔ صحبت سے عاری اور تربیت سے خالی رہا۔ دولت کے زور پر شہر کے اوباشوں کو دوست بنایا، اور لہو ولعب میں مبتلا رہا۔ گٹھ بندھن کے ذریعہ تخت حکومت پر قابض ہو کر جبر واستبداد کا راستہ اپنایا۔ اسے صحابی ثابت کرنے کے لئے دجل فریب کے سارے حربے استعمال میں لائے جا رہے ہیں۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا، نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا، جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

شہید ابن شہید کا ایک وَرق

امیر معاویہ نے اپنے عُمال (کارندوں) کو یزید کی تعریف وتوصیف کر نے اور مختلف شہروں سے ان کے پاس وفود بھیجنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ مدینہ منوّرہ سے محمد بن عمرو اور بصرہ سے احنف بن قیس اَئے۔ اور امیر معاویہ سے ملاقات کی۔

محمد بن عمرو نے کہا۔ ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس لئے آپ خوب غور کر لیجئے کہ آپ امت محمدی پر کس کو والی بنا رہے ہیں۔ یہ سن کر امیر معاویہ پر ایسی نگوں ساری طاری ہوئی کہ سردی کے موسم میں تنفس شروع ہو گیا۔ پھر امیر معاویہ نے احنف بن قیس بصری کو یزید کے پاس جانے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آئے تو امیر معاویہ نے پوچھا تم نے یزید کو کیسا پایا ۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے شباب، نشاط، درشتی اور مزاح دیکھا۔

اس کے بعد امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہو گئے۔ تو انہوں نے ضحاک بن قیس فزاری کو کہا کے پہلے میں کلام کروں گا۔ اور جب میں چپ ہو جاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دو گے۔ اور مجھے بیعت لینے کی ترغیب دینا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر سعید بن اشدق نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔

ان کے بعد یزید بن مقنع عذری نے اٹھ کر کہا۔ امیر معاویہ کے بعد یزید خلیفہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ امیر معاویہ نے کہا آپ بیٹھ جایئے۔

آپ سید الخطباء ہیں۔اس کے بعد دیگر وفود نے بھی تقریریں یزید ہی کے حق میں کیں۔(خلافت نبوامیہ، ابن اثیر ۱/۹۱)

سب کے بعد امیر معاویہ نے احنف بن قیس بصری سے کہا، تم کیا کہنا چاہتے ہو! انہوں نے کہا کہ اگر سچ کہتے ہیں تو آپ سے ڈر لگتا ہے۔اور اگر جھوٹ کہتے ہیں تو خدا سے خوف آتا ہے۔

اے امیر المومنین! آپ یزید کے لیل ونہار، ظاہر و باطن اور دخل وخروج سے واقف ہیں۔پس اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے پسندیدہ خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں۔اور اگر اس کے متعلق آپ اس کے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر چھوڑ جایئے۔جب کہ آپ خود راہی آخرت ہونے والے ہیں۔(ابن خلدون ۳/۱۷)

بعد ازاں لوگ متفرق ہو گئے۔اور احنف بن قیس کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے غرضے کہ امیر معاویہ دور ونزدیک کے آدمیوں کو انعام واکرام دیتے۔ان کی خاطر مدارات اور ان پر لطف واحسان کرتے رہے۔تا آنکہ کثیر التعداد لوگ پختہ طور پر ان کے ساتھ ہو گئے۔اور انہوں نے یزید کی بیعت کر لی۔

جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر
معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے
(خلافت نبوامیہ ابن اثیر، ۹۱/۱)

علامہ محمد صائم چشتی فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد کی مستند کتاب شہید ابن شہید کا ایک ورق نذر قارئین کیا گیا۔انہوں نے تقریبًا ابن اثیر کی مشہور تاریخ ،، خلافت بنوامیہ"،، کالفظی ترجمہ کر دیا ہے۔یزید کی خلافت کی راہ کس طرح ہموار ہوئی۔ اس ورق کے مطالعہ سے پوری تصویر آئینہ کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ہم اس ورق کے بعض بعض حصّے پر آئندہ سطروں میں خارجیوں سے مخاطب ہوں گے۔

امّت مسلمہ کے اندر، ہر زمانے میں حق گو، خداترس اور راست باز افراد پیدا ہوتے رہے ہیں۔اوران کا کردار وعمل اسلام کی تقویت کا سامان بنتا رہا ہے۔ اوراس میں بھی ہرگز دورائے نہیں کہ ہر دور میں چاپلوس، ابن الوقت اور مفاد پرست لوگ دین کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتے رہے ہیں۔''

شہید ابن شہید،، کا جو ورق ابھی ابھی آپ نے پڑھا۔ اس میں دو شخصوں کا کردار تاریخ کے اوراق سے کبھی بھلایا نہ جائے گا اور امت مرحومہ صبح قیامت تک ان کی جرات کو سلام کرتی رہے گی ۔محمد بن عمرو بن حزم مدنی اور حضرت احنف بن قیس بصری نے امیر معاویہ جیسے بارعب بادشاہ کے روبرو جس جرأت رندانہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب بن چکا ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان کی خداترس، بے باک اور حق پر ستانہ گفتگو سن کر امیر معاویہ پسینے پسینے ہو گئے ۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ

مجلس کے دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ کاش! حضرت امیر معاویہ ان کی دکھائی ہوئی راہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے۔ اور اپنے عزم وارادہ سے باز آجاتے تو اسلام کا نقشہ کچھ دوسرا ہوتا۔ مگر بندوں کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مشیت جو چاہتی ہے وہی ہوتا ہے۔ ضحاک بن قیس فزاری اور سعید بن اشدق، آج کی اصطلاح کے مطابق بس ایک ٹیپ تھے جو امیر کی خواہش کے مطابق بج رہے تھے۔ البتہ اس پوری ٹیم میں سب سے بڑا چاپلوس یزید بن مقنع عذری تھا اس نے اپنی دور تک رسائی کی خاطر زہر میں بجھی ہوئی تقریر کی جس سے امیر معاویہ کو ڈر ہو گیا کہ کہیں ابھی ہی کوئی خلفشار نہ اٹھ کھڑا ہو، لہذا آپ نے اسے ڈانٹ کر بیٹھا دیا۔

،، جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے،،

(خلافت بنوامیہ)

اس ورق کی ان آخری سطروں پر خارجیوں سے میرا ایک سوال ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کیلئے رائے عامہ ہموار کرنے کی غرض سے حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے۔ یہ جدال وقتال کی کوئی مہم نہ تھی۔ پھر ایک ہزار سپاہ ساتھ ہونے کی حاجت کیا تھی۔ کیا صرف دس مشیران خاص ہم کاب ہوتے تو امیر کے لئے سفر میں کوئی خطرہ تھا؟ باشندگان مکہ ومدینہ سے ہرگز کوئی اندیشہ نہ تھا۔

تو پھر امام حسین علیٰ جدّہٖ علیہ السلام اپنی طلبی پر گورنر ہاؤس کیلئے روانہ ہوئے تو تیس جوان آپ کے ہم کاب ہو جانے پر تمہارے پیٹ میں مڑور کیوں

ہو رہا ہے۔ یہاں تو خطرے کی گنجائش تھی قاصد جب امام کی طرف روانہ ہو گیا تو مروان بدطینت نے مشورہ دیا کہ حضرت حسین آ جائیں تو انہیں گھیر کر زبردستی بیعت لے لو۔ اگر چون چرا کریں تو اسی جگہ قتل کر دو۔

اگر خدانخواستہ حضرت ولید بن عقبہ مرد صالح اور محبّ اہل بیت نہ ہوتے اور مروان بدعنوان کے جھانسے میں آ جاتے تو تیس جوانوں کی ضرورت تو آ پڑی تھی۔ سچ ہے چشم عداوت میں روشنی باقی نہیں رہتی تو انسان حقائق دیکھنے سے معذور ہو جاتا ہے، حضرت امیر معاویہ کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ محض رعب ڈالنے کے لئے یہ سپاہ ساتھ تھی جبکہ امام گردوں جناب قدم بقدم خطرات کے گھیرے میں تھے۔ پھر بھی آپ نے تمام جوانوں کو ایوان کے باہر روک دیا تھا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ قوت کا مظاہرہ بھی مقصود نہ تھا۔

مسیحا کی مسیحائی نہ داناؤں کے درماں میں
حیاتِ جاوداں کا راز ہے، شمشیر عریاں میں

پیدائشی شیطان :——— مادرزاد ولی کی اصطلاح بہت عام ہے۔ اس پُرآشوب دور میں تو ایرے غیرے نتھو خیرے کو بھی مادرزاد ولی گردانا جا رہا ہے۔ کلکتہ میں ایک داڑھی منڈا بابا بیٹھتا ہے، جُہلا اسے مادرزاد ولی بتاتے ہیں۔

لیکن پیدائشی شیطان کی اصطلاح بہت کم رائج ہے۔ خال خال ہی لوگوں کی زبان پر یہ لفظ جاری ہوتا ہے۔ اور وہ بھی بطور مزاح، مگر ہم آپ کو بتا دیں کہ جس طرح مادرزاد ولی ہونا متحقق ہے۔ اور بڑے بڑے کاملین مادرزاد ولی گزرے ہیں۔ اسی طرح پیدائشی شیطان کا وجود بھی مسلّم ہے۔ اور حقیقتاً کچھ

لوگ پیدائشی شیطان ہوتے ہیں۔

ہمارے مسلّم الثبوت اساتذہ دو شخصوں کا نام نہایت قباحت کے ساتھ لیتے تھے۔ اور کڑوے کسیلے الفاظ میں ان پر تنقید کرتے تھے۔ بعض اوقات فرماتے تھے کہ ان کو کافر چھوڑ کر جو کچھ بھی کہو سب روا ہے۔ ان میں ایک تو مروان ابن الحکم ہے اور دوسرا حجاج بن یوسف۔ حجاج بن یوسف تو کیسا کچھ بھی تھا سب کو معلوم ہے۔ اللہ ہی حشر میں اس کی آبرو بچائے تو بچے۔

الاصابہ کا ایک قیمتی حوالہ: ــــــ لیکن مروان، خدا کی پناہ پیدائشی شیطان تھا۔ اس کے فتنوں کی المناک داستان ہے۔ ہم اس مختصر میں اس کی داستان شر و فساد کو تو نہیں سمو سکتے لیکن اس کے پیدائشی شیطان ہونے کا پختہ ثبوت ضرور بہم پہونچائیں گے۔ یہ وہ بدنصیب شخص ہے جو اوائل سے لے کر واقعہ حرّہ تک اہل بیت کا غالی دشمن رہا اور انہیں ہر ممکن آزار پہونچایا۔ مروان ابن الحکم پیدائشی شیطان کس طرح تھا۔ ملاحظہ فرمایئے غیب داں پیغمبر کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

حدثنی نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال کنامع النبی صلی الله علیه وسلم ویل لامتی ممافی صلب هذاوروی ابن ابی خیثمه من حدیث عا ئشه انها قالت لمروان فی قصه اخیها عبد الرّحمٰن امتنع من البیعة لیزید بن معاویه اما انت یا مروان فاشهد انّ رسول الله صلی الله

علیه وسلم لعن اباک وانت فی صلبه

(الاصابہ جلد اول۔ص ۳۴۴)

ترجمہ : نافع بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حکم بن ابوالعاص، مروان کا باپ سامنے سے گذرا ۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ اس کی پشت میں ہے۔ ہماری امت کے لئے خرابی ہے۔

حضرت عائشہ نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کے بیعت یزید سے انکار کرنے کے معاملہ میں مروان کو کہا تو اے مروان گواہ ہو جا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت کی جب تو اس کی پشت میں تھا،،

اتنا تو سب جانتے ہیں کہ آدمی صالحین کی صحبتوں میں پہونچ کر نکو کار بنتا ہے اور شیطان کی شاگردی اختیار کر کے بدوں کا ساتھی بن جاتا ہے۔لیکن آج یہ بھی جان لیجئے کہ کچھ لوگ قدرتی طور پر شیطان صفت پیدا ہی ہوتے ہیں ۔اس لئے غیب داں پیغمبر نے مروان کے باپ حکم بن ابوالعاص کو فرمایا کہ جو کچھ اس کی پشت میں ہے، میری امت کے لئے خرابی ہے۔ یہ بد بخت عہد رسالت میں شہر بدر ہوا۔خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق نے شہر بدر ہی رکھا۔ فاروق اعظم نے شہر بدری قائم و باقی رکھی ۔خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کو رشتے کی مروت دامنگیر ہوئی اور واپس اسے بلالیا تو پہلے ان کی خلافت کے لئے ہی خرابی ثابت ہوا۔

ان کے بعد ہر دور میں ہر بزرگ کے لئے خرابی کا باعث بنا۔ بالخصوص حضرات حسنین کریمین کے لئے سراپائے آزار رہا۔اہل بیت اطہار اور سادات

مدنیہ کیلئے وبال بنا رہا۔ مرنے سے پہلے تک ہر فتنے میں ماسٹر مائنڈ کا کردار ادا کر تا رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضور کی پیشین گوئی حرفاً حرفاً پوری ہوئی۔

امؤیوں اور خارجیوں کو چھوڑ کر ہر دور کے علماء وصلحاء اس سے نالاں اور سخت بیزار رہے۔ ولید بن عقبہ کی جگہ اگر مروان مدینہ کا گورنر ہوتا تو حضرت امام عالی مقام کی مدنیہ کی پاک زمین پر پہلے ہی دن شہادت رونما ہو جاتی۔ چاہے بعد میں جو بھی شورش برپا ہوتی اور مروان مارا ہی کیوں نہ جاتا۔

لیکن خدائے قدیر و کارساز نے آپ کی شہادت کو با مقصد بنا کر زمین کربلا کو اس کے لئے خاص کر دیا تھا۔ اس میں ناخن تدبیر کا کچھ چارہ نہ تھا۔ کوفی دغا نہ کرتے تو ایسا ہوتا، اور یزید تخت نشیں نہ ہوتا تو ویسا ہوتا۔ یہ سب انسان کا وہم ہے۔ شجر اسلام کو جتنا پھلنا پھولنا تھا، پھلا پھولا۔ اور جن جن ہاتھوں سے اس کی شاخوں کو کٹنا تھا، کٹتی رہیں۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفُو
سُوزن تدبیر سَاری عمر گو سیتی رہے

ایک فتوٰی : —— گزشتہ صفحات میں یہ دعوی میں کر چکا ہوں کہ ہر دور کے علماء وصلحاء مروان علیہ اللعن سے نالاں رہے ہیں۔ اسی دعویٰ کی دلیل میں یہ فتویٰ نذر قارئین کر رہا ہوں۔ یکتائے روزگار عالم دین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں اس امر حق کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

اہل بیت سے محبت فرائض ایمانی سے ہے نہ کہ لوازم سنت سے اور محبت اہل بیت کا تقاضا ہے کہ مروان علیہ اللعنتہ کو برا کہنا چاہئے اوراس سے دل بیزار رکھنا چاہئے۔ علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین اور اہل بیت کے ساتھ ۔ اور کامل عداوت رکھتا تھا ان حضرات سے اس خیال سے اس شیطان سے نہایت بیزار رہنا چاہئے۔(فتاویٰ عزیزیہ مترجم ص۳۸۰)

مخالفت حضرات حسنین کریمین اور معاملہ بیعت یزید میں مروان نافرمان نے کلیدی کردارادا کیا تھا۔اوراپنی اس پیش بندی کی نہایت قیمتی اُجرت وصُول کی تھی ۔اس لئے یہ چندسطریں اس کی نقاب کشائی کے لئے حیّزتحریر میں لانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ورنہ تاریخ کے اس داغ دارشخص کی مناسبت سے زیرنظرکتاب میں ذکرکرنا موزوں بھی نہ تھا۔مگراسی پہلوکو مدنظر رکھتے ہوئے قارئین کواس کی ریشہ روانیوں سے باخبر کرنا بھی ضروری سمجھا گیا۔مشرکین میں اگرابوجہل کی مثال نہیں ملتی،منافقین میں اگرعبداللہ بن ابی بن سلوں کا کوئی جواب نہ تھا۔تو بے شک وریب لبادۂ اسلام میں امویوں کے درمیان خانوادۂ نبوت سے دشمنی رکھنے والوں میں اس عیار کا بھی کوئی ہمدوش نظرنہیں آتا۔

جو کہوں تو ختم نہ ہو سکے ، جو سُنے اسے بھی خلش رہے
کہ فسانہ زلف دراز کا ، مری زندگی سے دراز ہے

❑❑❑

آخری بحث

کتاب الزہد پر عباسی کی دروغ بیانی

عباسی نامحمود نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' کے صف ۶۴ پر حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسی عبارت منسوب کی ہے جسے پڑھنے کے بعد پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔اور عقل سلیم کسی صورت اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی ہے۔ہم پہلے کتاب سے اصل عبارت نقل کر رہے ہیں۔اس کے بعد انشاءاللہ تاریخی دلائل سے ان کی عیاری کا پردہ فاش کریں گے۔

''امیر یزید کو حکومت و سیاسی امور میں ہی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے تھے۔زندگی حد درجہ سادہ تھی۔عام باشندوں کی طرح ان کا لبادہ سادہ ہوتا۔حکومت کے طمطراق اور تزک شہنشاہی سے سخت متنفر تھے۔لاکھوں روپیہ وظائف عطایا کا دوسروں کو فراخ دلی سے دیتے۔مگر اپنی ذات پر معمولی خرچ کرتے۔زہاد و عباد امت کی مجالس میں شریک ہوتے۔حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسے زاہد صحابی سے بہت

مانوس تھے۔ انہی کو صاحبزادی کے نکاح کا پیام بھی دیا تھا۔
وہ یزید کو بہت پسند کرتے تھے۔ مگر اپنی بیٹی ایسے گھرانے میں
بیاہنے کو تیار نہ تھے جہاں کام کاج کیلئے خادمہ موجود ہو۔ پھر
انہوں نے اپنی بیٹی یزید ہی کے ایک ہم جلیس کے عقد میں
دے دی۔ امیر یزید کے یہ ہم جلیس ضعفاء المسلمین یعنی
غریب مسلمانوں میں سے تھے اور انہوں نے امیر یزید سے
اجازت بھی لی تھی کہ آپ کو تو انکار ہو گیا اب میں پیام دوں۔
(کتاب الزہد، اماا حمد بن حنبل ۱۴۳)

بلا شبہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور کتاب کا نام ''کتاب الزہد'' ہے اور اس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زہد وتقویٰ کا بیان بھی موجود ہے۔ اور مذکورہ حوالہ کی عبارت کتاب الزہد کی عربی تحریر کا ترجمہ غلط بھی نہیں ہے۔ لیکن چونکا دینے والی بات سنیئے۔ کتاب الزہد میں جس یزید کا ذکر ہے۔ وہ یزید بن معاویہ نہیں ہے۔ جنہیں عباسی نامحمود نے امیر یزید ابن امیر معاویہ بنا کر پیش کرنے کی بے شرمانہ جسارت کی ہے۔

ع چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد''

اب تاریخ کے آئینہ میں صداقت معلوم کرنے کے لئے دل ودماغ کو حاضر کر لیجئے کتاب الزہد میں جو ذکر ہے۔ وہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو تمام بنی سفیان سے بہتر تھے۔ زہاد صحابہ میں آپ کا شمار تھا۔ باپ ابوسفیان اور بھائی امیر معاویہ دونوں سے سابق الایمان تھے۔ عہد فاروقی میں یہ

والی شام تھے۔ ۱۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مرض طاعون میں مبتلا ہوئے تو حضرت امیر معاویہ کو قائم مقام بنا دیا۔ آپ کی رحلت کے بعد مرکز خلافت سے امیر معاویہ کے باضابطہ بحالی ہوگئی۔

آپ ہی کے عہد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مشہور تقویٰ شعار صحابی دمشق تشریف لائے۔ دونوں میں غیر معمولی محبت تھی۔ جب کبھی حضرت یزید بن سفیان دمشق سے باہر کا سفر کرتے تو حضرت ابودرداء کو اپنا جانشین بنا جاتے۔ یہی یزید بن سفیان ہیں جنہوں نے حضرت ابودرداء سے رشتہ کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت ابودرداء جناب یزید بن سفیان سے بڑے زاہد اور تارک الدنیا تھے۔ انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اپنی دختر کو خادماؤں والے گھر میں نہیں بھیجوں گا۔ اللہ اکبر! کس قدر تقویٰ شعاری اور کیسی شان بے نیازی تھی۔

حضرت ابودردا کی وفات

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ تقدس مآب صحابی کا دمشق کے اندر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۲ھ میں وصال ہوا۔ جس وقت یزید بن معاویہ شکم مادر یا زیادہ سے زیادہ آغوش مادر میں جھول رہا ہوگا۔

تجرید البخاری، اسمائے رجال کے باب میں ہے۔

ابودرداء ان کی کنیت ہی زیادہ تر مشہور ہے۔ درداء آپ کی بیٹی کا نام تھا۔ یہ بڑے دانا، عالم اور لائق حکیم تھے۔ شام کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ لیکن دمشق میں ۳۲ھ میں

آپ کی وفات ہوئی۔ (تجرید البخاری ص ۱۱)

فمات قبل قتل عثمان رضی اللہ عنہ بسنتین

(الاستعیاب جلد سوم ص ۱۸)

یعنی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے رحلت فرمائی۔ عباسی نا محمود کی ڈگر پر چلنے والے خارجی بدنہاد ہمیں بتائیں کہ یزید بن معاویہ نے ماں کے پیٹ سے حضرت ابودرداء صحابی کو پیغام نکاح دیا تھا؟ یہ بھول نہیں ہے۔ دانستہ خیانت ہے۔ عباسی کو اتنا تو خیال ہونا ہی چاہئے تھا کہ کوئی بھی ہماری اس تاریخی چوری کو طشت ازبام کردے گا مگر —— دروغ گورا حافظہ نباشد

حضرت یزید ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، اللہ ان کے مرقد پاک کو انوار سے بھر دے حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں والی شام تھے۔ اور بلاشبہ شان فاروقی کے مظہر تھے۔ طرز معاشرت میں بھی اور امور سلطنت میں بھی۔ عدل ومساوات میں بھی۔ اور باہمی معاملات میں بھی۔

برا ہو اس عیار کا جس نے کتاب الزہد میں بیان کئے گئے آپ کے صفاتِ محمود کو یزید ابن امیر معاویہ جیسے فاجر وفاسق پر منطبق کر کے آپ کے روشن کردار پر دھول ڈالنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ میں اس فریب سے پردہ اٹھاتے ہوئے یک گونا مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ کچھ لوگ تو حقائق کے اجالے میں ضرور آجائیں گے۔

حضرت یزید ابن ابی سفیان کی وفات

میں اس بحث کے آخری مرحلے پر ایک قیمتی حوالہ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جلیل القدر صوفی منش صحابی حضرت ابو درداء اور تقدس مآب صحابی حضرت یزید بن سفیان کا زمانہ ایک تھا۔ اور اس وقت یزید بن معاویہ کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔ بلکہ اس دور میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی بھی کوئی نمایاں حیثیت نہ تھی۔

یزید بن ابی سفیان بن حرب بن امیه کان من افضل بنی ابی سفیان ومات یزید فاستخلف اخاه معاویه و کان موت هؤلاء کلهم فی طاعون عمواس سنة ثمان عشر (الاصابه جلد سوم ص ۶۱۹)

ترجمہ: حضرت یزید بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ تمام بنی ابی سفیان میں افضل تھے۔ بوقت وصال اپنے بھائی معاویہ کو اپنا نائب بنا دیا تھا۔ ان تمام کی موت طاعون عمواس سے ۱۸ھ میں ہوئی۔

کتنے حرماں نصیب ہیں وہ لوگ، جو اہل بیت اطہار کو نیچا دکھانے کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ اور آل امیہ کے سر پر کلاہ افتخار رکھنے کے لئے فریب کی کوئی بھی راہ اپنا سکتے ہیں۔

اور کتنے سعادت آثار ہیں وہ لوگ، جو رسول اور آل رسول کی محبت کو

متاع دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بھی منفعت دنیا کے عوض چاہے وہ تخت سلیمانی ہی کیوں نہ ہو، اپنے اس متاع عزیز کا سودا کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہیں۔

الٰہی! زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔ ایسے میں تو ہی پاکان امت کی راہ ہم پر آسان کرنے والا ہے۔ اور فتنۂ دجال سے اپنی پناہ میں رکھ کر استقامت فی الدین کی دولت سے سرفراز کرنے والا ہے۔ خدایا! تو ہی ملت کے جوانوں کو دشمنانِ اہل بیت سے دور، محبان اہل بیت سے قریب کرنے والا ہے۔ مولا! ہم رسول اور آل رسول کی محبت سے سینہ آباد کر کے مخالف بھنور سے بچنے کیلئے کشتی اہل بیت کا سہارا چاہتے ہیں۔

رب بے نیاز! تیرے کرم کا سہارا چاہئے، ہمیں بھی، ہمارے احباب کو بھی، اور حسینی قدح خوار کو بھی۔

اے دل بگیر دامن سلطان اولیاء — یعنی حسین ابن علی جان اولیاء
از ذوق دگر بہ جام شہادت از ور سید — وازشوق دگر بہ مستی عرفان اولیاء

حضرت نیازؔ بریلی

تمت بالخیر

غبارِ راہ
[illegible]
آستانہ چشتیہ حسینیہ پیر بیگھہ شریف ضلع نالندہ
یکم ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۵ ہجری

الاصدق اکیڈمی کی مطبوعات



Al-Asdaque Acadmy
Madrasa Asdaquia Makhdoom Sharf
Pakki Talab, Bihar Sharif, Nalanda (Bihar)
Pin-803101
Mob.9934037310, 9308452742,9835228582